



# حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی محبت شریعت



علی و اولی تبرکات	ملفوظات
از مولانا سید احمد رضا ندوی	

toobaa-elibrary.blogspot.com 922

ایف فکس ۹۲۲۲۲۲۲۲  
۹۲۲۲۲۲۲۲

13374  
 10.044  
 12.02.07

# متذکرہ

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی



از

مولانا نسیم احمد فریدی

ناشر

الفروستان بک ڈپو ۱۱/۳۱ نظیر آباد لکھنؤ

922-97

حقوق طبع محفوظ ہیں

مرد

سورج عمر

فروری ۱۹۹۲ء

عبد الستار فتحپوری بارہ شکی  
نشاط آفسٹ پریس ٹانڈہ فیض آباد  
محمد حسان نعمانی

پبلا ایدیشن

کتابت

طباعت

زیر اہتمام

قیمت

30/-

:- ناشر :-

افتان بک ڈپو ۱۴/۳۱ انڈیا آباد لکھنؤ

# فہرست

۲۶	مسک	۵	عبد غنی اشرف
۲۶	مرغی وفات اور وفات	۹	حالات
۲۹	مرار	۱۵	تہذیب
۳۰	تاریخ جامعہ وفات	۱۵	پیدائش
۳۲	ملفوظات	۱۵	تعلیم
	مکتوبات	۱۶	بیعت
	مکتوب شاہ عبد العزیز اپنے چچا شاہ اہل اللہ	۱۷	نکاح و اولاد
۱۲۸	کچھ نام۔ (ریزبان عربی منظوم)	۱۷	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا
	مکتوب شاہ عبد العزیز بنام شاہ اہل اللہ	۱۸	ایک اہم یا آگاہی
۱۳۰	(کچھ حصہ)	۱۸	حضرت شاہ عبد العزیز کے تلامذہ
۱۳۱	مکتوب شاہ عبد العزیز بنام شاہ نور اللہ	۲۰	مولوی میر علی دہلوی و مولوی جہون سہانی
۱۳۲	مکتوب شاہ عبد العزیز بنام شاہ نور اللہ	۲۱	تصانیف
۱۳۴	مکتوب شاہ عبد العزیز کسی عزیز کے نام	۲۳	حضرت شاہ عبد العزیز کی مجالس درس قرآن
۱۳۵	مکتوب شاہ عبد العزیز بعض افاضی کے نام	۲۵	آخری درس قرآن
		۲۶	علیہ مبارک



۱۵۸	جواب از جانب حضرت شاه عبدالعزیز	۱۳۱	مکتوب شاه عبدالعزیز بنام شاه نور اللہ (خسر شاه عبدالعزیز)
۱۶۴	ایک استغفار کا جواب	۱۳۲	مکتوب شاہ اہل اللہ بنام شاہ عبدالعزیز
۱۷۹	حضرت شاہ صاحب کا عربی کلام	۱۳۴	مکتوب شاہ اہل اللہ بنام شاہ نور اللہ
۱۸۳	مکتوب شاہ صاحب بنام مولانا کفایت مراد آبادی		مکتوب شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ
۱۹۱	اختلاف مطالب	۱۳۸	بنام مولانا رشید الدین خاں دہلوی
۱۹۳	مکتوب گرامی بنام سید لیر جوری دوبارہ امتیاز و اختصار مجملہ	۱۳۹	من دشوات قدوة الادبیۃ الشیخ عبدالعزیز
۱۹۶	کتاب متعلق چند ضروری باتیں	۱۵۳	من عبارات النسخ الاجل فی تعریف الہلی
		۱۵۶	ایک اہم مکتوب اور اس کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## عرض ناشر

اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس نے  
ادارۃ الفرقان کو دین و ملت کے مجددین و مصلحین کے مبارک تذکروں  
وصایا، و فیات، مکتوبات، اور ملفوظات پر مشتمل متعدد ایسی کتابیں شائع  
کرنے کی توفیق بخشی جس سے ہزار ہا ہزار بندوں کو راہ ہدایت نصیب  
ہوئی، اور جس نے ظلمت و غفلت کی راہوں سے نکال کر ان کو اپنے رحم و کریم  
پروردگار سے قریب تر کر دیا۔ رب کریم ہمیں اس عظیم نعمت پر شکر کی  
توفیق عطا فرمائے۔

پیش نظر کتاب ”سراج الہند“ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ  
کی سوانح حیات و حالات، ملفوظات و مکتوبات اور علمی و ادبی تہذیب کا  
کامیاب مجموعہ ہے جس کو سراپا مرقع تحقیق تابعہ روزگار حضرت  
مولانا مفتی نسیم احمد فریدی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عرق ریزی اور

دل سوزی کے ساتھ مرتب فرمایا تھا۔

قریباً دو سال پہلے حضرت مولانا فریدی مرحوم کی کچھ اہم تصانیف  
 ”قافلہ اہل دل“ (حضرت شاہ غلام علی مجددی اپنے ملفوظات و مکتوبات  
 کے آئینے میں) — تذکرہ حضرت شاہ عبدالرحیم ”و شاہ ابوالرضا“  
 دہلوی — تذکرہ شاہ ابوسعید حسنی ”ادارۃ الفرقان“ سے شائع  
 ہوئی تھیں، زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ مجموعہ بھی مقبول خاص و عام ہو اور  
 بندگانِ خدا کی ایمانی و روحانی ترقیات کا ذریعہ بنے۔

والسلام

محمد حسان نعمانی  
 ناظم ادارۃ الفرقان

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

کے مختصر

حالات



تمہید  
 آج میرا قلم ایک ایسی شخصیت پر کچھ لکھنے کے لئے آمادہ ہے جس کا سکھ علم و  
 فضل چاروں انگ عالم میں چل رہا ہے۔ جو سراپا مرقع تحقیق اور مجسم مخزن رموز و نکات  
 تھا۔ جو اسلام کی حقانیت کی قدامت روشن دلیل تھا جس نے ایک طرف درس و تدریس  
 کا مشغلہ جاری رکھا اور دوسری طرف سلوک راہ عرفان میں طالبین کی رہنمائی کی۔  
 جس نے ایک طرف وعظ و افتاء کے ذریعے رشد و ہدایت کے دریا بہائے تو دوسری  
 طرف تصنیف و تالیف سے اسلام اور زمرہ اہل سنت و جماعت کی حمایت و  
 حفاظت کی جس نے ایک طرف مدرسہ کو چار چاند لگائے تو دوسری طرف خانقاہ کے  
 دروہام کو ذکر اللہ سے لہریں کر دیا جس نے اپنی روحانیت کی بے پناہ قوت اور حمیت  
 اسلامی کی بے مثال طاقت کو بروئے کار لا کر حضرت سید احمد شہید حبیب الرحمن دل  
 مجاہد اور غازی تیار کیا جس نے ہندوستان میں اسلام و ایمان کے قیام و فروغ  
 کے لئے ایک جانب از جماعت کی تشکیل کی اور اسلام و ایمان کی بقا و استقامت کی  
 خاطر مع رتھار کے شہادت سے ہم آغوش ہو کر زندگی جاوید سے ہمتا رہوا اور جس کے

ایمان افروز نحر وں کی آواز باز گشت آج بھی گنبد نیلوں کے نیچے اقصائے ہند میں  
 سنی جا رہی ہے۔۔۔ وہ شخصیت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی  
 حقائق انگیز شخصیت ہے جو اپنے زمانے کے محدثین و مشائخ کا مرجع تھے جبکہ سلسلہ  
 تلامذہ و مستشرقین آفاق گیر ہے۔ جنھوں نے مسلسل حالات و واقعات اور باوجود سیاسی  
 انتشار اور نام سازگار حالات کے دہلی میں بیٹھ کر ہندوستان علوم و معارف دینیہ سے  
 تشنگانِ بادہ کو توحید و سنت کو سرشار و سیراب کیا جن کی ظاہری بیانی اگرچہ عالم  
 شباب ہی میں جا چکی تھی لیکن ان کے دل کی حیرت انگیز روشنی نے ہزاروں دلوں کو  
 روشن کر دیا۔ ہزاروں دل کے تائبیناؤں کو بفضلِ ایزدی چشم بصیرت سے بہرہ ور کیا۔  
 اس عظیم شخصیت کے حالات کے بارے میں کچھ سارے لکھے گئے ہیں مگر سب نامکمل ہیں۔  
 حالاتِ عزیزی مولفہ رحیم بخش دہلوی جو کیا بکمی بڑھاپے دیکھنے کو زلی تھی۔ ہذا لا بیری دراپس  
 میں اس کا مطالعہ کیا، بڑی مایوسی ہوئی کہ اس میں سوانح کا حق ادا نہیں کیا گیا۔  
 حالانکہ سوانح نگار کے پاس پورے پورے حالات بہم پہنچانے کے اس وقت کافی  
 ذرائع موجود تھے، حیاتِ دلی کے آخر میں بھی انھیں رحم بخش صاحب نے حضرت شاہ  
 عبدالعزیز کا ذکر کیا ہے اس میں تھوڑے سے حالات لکھنے اور نظم و نشر کے چند  
 نمونے دکھانے کے بعد لکھتے ہیں۔

”اگرچہ اس وقت آپ کے خطوط کے بہت سے مسودات میرے زیر نظر ہیں۔ لیکن  
 میں نے حیاتِ دلی کے طول بکڑھانے کے خوف سے چند رقعات کا انتخاب کر کے آپ کے

سامنے پیش کیا ہے الہ

خطوط کے جن مسودات کا ذکر رحیم بخش صاحب سرسری طور پر کر رہے ہیں  
کاش وہ تمام خطوط حیات عزیزی یا حیات ولی میں درج ہو جاتے تو کس حیات  
عزیزی کے بہت سے گوشے ہماری نظروں کے سامنے ہوتے۔

نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے اتحات النبلاء میں بڑی متانت اور محنتاً  
و موثر خانہ بالغ نظری کے ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر حال لکھا ہے اس کا  
ترجمہ مولانا ذوالفقار احمد بھوپالی مرحوم نے الرض المخطوٹ میں کر دیا ہے اور کچھ مزید  
حالات بھی آخر میں لکھے ہیں مگر ان دونوں کتابوں میں عمر عزیز کو نوے سال بتایا  
ہے۔ حالانکہ حضرت رحمۃ اللہ کی عمر اسی سال کی ہوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ ۱۱۵۹ھ  
میں پیدا ہونے والا انسان ۱۳۳۹ھ میں اسی سال کا ہو گا۔ اس قسم کی بہو قلم  
سے پیدا ہونیوالی غلطیاں اگرچہ معمولی ہوتی ہیں مگر تاریخ و سوانح کے طالب علم  
کو غلبان میں مبتلا کر دیتی ہیں۔

فتاویٰ شاہ عبدالعزیز مطبوعہ مجتہائی کے شروع میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ  
کی برائے نام سوانح عمری ہے۔ اس کے آخر میں ہے بعد حضرت مولانا برسرہ برادران  
ایشان قائم مقام ایشاں شند و بدرس و تدریس مشغول گشتند الخ یعنی حضرت  
شاہ عبدالعزیز کے وصال کے بعد ان کے تینوں بھائی ان کے قائم مقام ہوئے۔  
اور آپ کی جگہ درس و تدریس میں مشغول رہے۔ — حالانکہ سب سے پہلے چھوٹے



بھائی شاہ عبدالغنی کا انتقال ہوا پھر ۱۲۳۳ھ میں شاہ عبدالقادر دہلوی سے نصرت ہوئے اور ۱۲۳۳ھ میں شاہ رفیع الدین نے حضرت شاہ عبدالعزیز کے سامنے ان سے تقریباً چھ سال پہلے رحلت فرمائی۔ ایسی صورت میں بھلا کس طرح یتیموں بھائی شاہ عبدالعزیز کے بعد قائم مقام ہو سکتے ہیں۔

دو ماہ کے قریب ہوئے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کے خاندان کے دیگر اکابر کے مزارات پر حاضری کا اتفاق ہوا۔ ہنگامہ ۱۲۴۰ھ میں اس قبرستان کے کتبے تک برباد ہو گئے تھے لیکن اہل خیر نے مسجد واعاظہ درگاہ شاہ ولی اللہؒ کی مرمت کا کام بڑے اہتمام سے کیا ہے۔ مزارات اکابر پر دوبارہ کتبے بھی نصب کرائے گئے ہیں مگر یہ دیکھ کر افسوس اور تعجب ہوا کہ مزار شاہ عبدالعزیز پر جو کتبہ ہے اس میں سن وفات مرنے قلم سے ۱۲۴۸ھ لکھا ہوا ہے۔ اسکو بھی معمولی غلطی کچھ دیکھے مگر میرے نزدیک بہت بڑی غلطی ہے۔ ہم اپنے بزرگوں کی حیات کے ہر سرور اور وفات و بعد وفات سے تاریخ کے بہت سے واقعات وابستہ رکھتے ہیں۔ اگر اس طرح بے توجہی سے کام لیا گیا اور اہل علم نے کوئی خبر نہ لی تو ہماری

---

۱۔ ابوحنی امام خاں نوشہروی نے اپنی کتاب تراجم علماء حدیث میں ایک کچھ غلطی اور کی ہے وہ یہ کہ حضرت شاہ عبدالغنی ابن حضرت شاہ ولی اللہؒ کو وہ حضرت مولانا ناتوٹی کا استاد بتاتے ہیں۔ انھیں شاید معلوم ہی نہیں کہ شاہ ابوسعید مجددی کے ایک صاحبزادے کا نام بھی شاہ عبدالغنی مجددی تھا اور وہی استاد قاسم معلوم تھے۔

ہندستان کی ملی تاریخ پر غلط اثر پڑے گا۔

محقق تہمیر مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی رائے بریلوی نے نزہۃ النواظر جلد ۱ میں حضرت شاہ عبدالعزیز کا جامع تذکرہ کیا ہے اس سے مجھے بڑی رہنمائی ملی۔ میں اس وقت شاہ عبدالعزیز کے مکمل حالات لکھنے سے قاصر ہوں اسکے لئے بڑی جستجو کا وقت اور بڑا سفر درکار ہے، انکی تمام تصانیف پر سیر حاصل تبصرہ کرنا۔ تلامذہ کی مکمل فہرست، ان کے اجمالی حالات کے ساتھ تیار کرنا اور ہندوستان کے شخصی و درسی گاہی کتب خانوں سے حضرت شاہ صاحب کی تادرا و غیر مطبوعہ تحریرات کا حاصل کرنا میرے لئے دشوار ہے۔ میرا خیال تو فقط یہ تھا کہ بیاض مولانا رشید الدین خاں دہلوی کا تعارف کراؤں۔ یہ وہی مولانا رشید الدین خاں ہیں۔

عبدالمجید احمد خاں آثار الصنادید میں لکھتے ہیں۔ "جانب محقول و منقول عادی فروع و اصول نگار و نگار...." کرتے نامزد، قدوہ دوران مولوی محمد رشید الدین خاں صاحب ثناء... شاگرد رشید اور مخلص خواجہ صاحب جناب جنت آباد زبدہ اکابر روزگار مولانا رفیع الدین رضوان اللہ علیہ کے تھے.... اگرچہ کتب کمال ان حضرات کے دونوں بھائی مولانا عبدالعزیز اور مولانا عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سے بھی کیا تھا لیکن مکمل علوم کی ان ہی کا خدمت میں انصاف کو پہنچائی۔ مدۃ العرفۃ نامیہ کے علماء سے بابت و مناظرہ کیا اور باہم تفرید رہی اس بحث میں سال ہائے متعدد فراہم ہو گئے۔ طریق مناظرہ کا یہ دیکھا جی کہ تفرید یا تفرید میں ختم کو بحر احزاب طرز کے بارہ مناظرہ مدرسہ دہلی میں مدرس تھے امام شافعی نامی از ادنیٰ ان ہی کے شاگرد رشید تھے۔ (باقی مانظرہ مستوفی آئندہ)

جن کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز کا ایک مقولہ مشہور ہے کہ ”میری تقریر تو محمد اسماعیل نے لے لی اور تحریر رشید الدین نے“

اب سے تقریباً تیس سال پیشتر جب کہ میں دارالعلوم دیوبند میں تعلیم پاتا تھا یہ بیاض دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ اس بیاض پر جمعیت الانصار کی مہر لگائی ہوئی ہے غالباً حضرت مولانا جید اللہ سندھی نے اس کو کھپیں سے حاصل کیا تھا، اس بیاض میں زیادہ تر حضرت شاہ عبدالعزیز کی ایسی نادرتخیرات میں جو کسی دوسری جگہ نہیں ملیں۔ اس میں شاہ صاحب کے مکتوبات بھی ہیں۔ فتاویٰ بھی ہیں، اور کلام نظم و نثر کے بہترین شاہ کار بھی۔ اس بیاض کا کچھ حصہ میں نے نقل کر لیا تھا اور یہ اطمینان تھا کہ جب بیاض رشیدی کا تعارف کرانا ہوگا اس کو دوبارہ دیکھ لوں گا۔ اب پانچویں صدی سے زیادہ عرصہ گزرنے پر کثیر التعداد کتابوں کے ذخیرے میں اس بیاض کا پتہ نہیں چلتا۔ خدا کرے وہ کتب خانہ میں محفوظ ہو میں اپنے اس مقالے میں اپنے مقام پر اس بیاض ہی سے نقل کئے ہوئے علمی و ادبی نوئے پیش کروں گا۔ اسی بیاض کے تعارف کی خاطر شروع میں بھٹوڑے سے حالات اور ملفوظات عزیززی بھی شامل کر دیئے ہیں۔

رسول گزشتہ کا بقیہ ماخذ انہی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان میں الصلوٰۃ الغضریہ اور شوکت علیؒ مکتبہ الآرا کتابیں

(تذکرہ مصنفین ہند و تربت انجمن المجلد ۱)

میں ملے ہیں انتقال فرمایا۔

## پیدائش

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ۱۱۵۹ھ میں پیدا ہوئے غلام حلیم  
تاریخی نام ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی زوجہ اولیٰ سے ایک صاحبزادے  
شیخ محمد محدث تھے اور دوسری زوجہ سے چار صاحبزادے تھے جن میں سب سے بڑے  
شاہ عبدالعزیز تھے۔

## تعلیم

حفظ قرآن کے بعد آپ نے تعلیم زیادہ تر اپنے والد ماجد سے پائی اور کچھ تعلیم  
حضرت شاہ محمد عاشق پھلتی اور حضرت شاہ نور اللہ بڈھانوی سے بھی حاصل کی۔  
مذہب اللہ ذہانت و ذکاوت غیر معمولی اور حافظہ بے نظیر عطا ہوا تھا۔ ۵ سال  
کی عمر میں اپنے والد کے سامنے ہی تمام علوم و فنون مروجہ سے فارغ ہو گئے تھے اور  
اسی زمانے سے پڑھانا شروع کر دیا تھا۔

## بیعت

اپنے والد ماجد سے تمام سلاسل میں بیعت ہوئے اور کھوڑے ہی عرصہ میں  
میدان سائب طے کر لیا، ۱۶ سال کے تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا حضرت  
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے تمام خلفاء کی موجودگی میں آپ ہی قائم مقام اور  
سب سے اہم بنائے گئے۔ اور اپنے چھوٹے بھائیوں مولانا شاہ رفیع الدین شاہ  
عبد القادر اور شاہ عبدالغنی کی تعلیم و تربیت کا کام آپ نے بحسن و خوبی انجام دیا۔

## نکاح و اولاد

آپ کا نکاح شاہ نور اللہ صدیقی بڈھانوی کی صاحبزادی سے ہوا۔ جن سے ایک صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں صاحبزادے کا نام احمد تھا جیسا کہ بیاض رشیدی کے ایک مکتوب سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ سب سے بڑی صاحبزادی حضرت شاہ رفیع الدین کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد غسی کے عقد نکاح میں آئیں۔ دوسری صاحبزادی شیخ محمد افضل فاروقی سے منسوب ہوئیں جن کے دو صاحبزادے حضرت شاہ محمد اکث اور شاہ محمد یعقوب تھے۔ اول الذکر ۱۱۹۱ھ میں اور ثانی الذکر ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے تیسری صاحبزادی حضرت مولانا محمد عبد اکی بڈھانوی کی زوجہ تھیں۔ مولانا عبد اکی شاہ نور اللہ کے پوتے اور شاہ عبد العزیز کی زوجہ محترمہ کے حقیقی بیٹے تھے غالباً ان تیسری صاحبزادی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ مولانا عبد اکی کی ایک دوسری زوجہ کے بطن سے مولانا عبد القیوم محدث بڈھانوی متجہ پالی تھے۔ مولانا عبد القیوم محدث حضرت شاہ محمد اکث محدث کے داماد تھے۔ مولانا عبد القیوم کی ایک صاحبزادی

۱۔ ابوجنیہ ام خاں لاٹھیہ سی لے تراجم علمائے حدیث جلد اول میں مندرج ہے کہ مولانا عبد القیوم کو حضرت شاہ عبد العزیز کا نواسہ بتایا ہے جو غلط ہے۔ اور مندرجہ بالا ہے کہ وہ بھوپال میں سپرد خاک ہوئے۔ یہ بہ ۱۱۱۰ھ۔ القیوم کی وفات اپنے وطن بڈھانوی ضلع مظفر پور پنج کر ۱۲۹۹ھ میں ہوئی اور وہی دفن ہوئے اور یہی ان کی خواہش دلی تھی جیسا کہ الروض المنصور میں مولانا ذوالفقار احمد نے لکھا ہے۔

نقیس اور دو صاحبزادے مولانا محمد یوسف صاحب اور میاں محمد ابراہیم صاحب  
تھے۔ مولانا ذوالفقار احمد صاحب بھوپالی آروض المظاہر میں لکھتے ہیں کہ مولوی  
محمد یوسف مثل اپنے والد ماجد مرحوم کے درس حدیث میں مشغول رہتے ہیں نہایت  
ساک و متدین ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا  
ایک الہام یا آگاہی۔

نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے اتحاف النبلاء میں بحوالہ قول جلی رسوخ  
شاہ ولی اللہ مرتبہ شاہ محمد عاشق بھٹائی، لکھا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ نے فرمایا کہ  
مہمیں آگاہی دی گئی ہے کہ یہ لڑکے جو ہمیں لطیف الہی سے عطا ہوئے ہیں سب  
سعید ہیں۔ ایک نوع کی ملکیت ان میں ظہور کرے گی۔ تدبیر غیب تقاضا کرتی  
ہے کہ دو شخص اور پیدا ہوں جو مکہ و مدینہ میں سا لہا اچھائے علوم دین کریں اور حجاز  
میں وطن اختیار کریں۔ ماں کی طرف سے ان کا نسب ہم تک پہنچے گا۔ آدمی زادہ  
ماں کی طرف میلان طبعی رکھتا ہے اس لئے اپنی ماں کے وطن کو چھوڑ کر کسی اور جگہ  
منتقل ہو۔ یہ بات بظاہر باطل نظر آتی ہے مگر ہاں قسراً سر سے کسی سبب  
ایسی صورت پیدا ہو جائے تو دوسری بات ہے۔ اس ملفوظ کو تحریر کرنے کے بعد  
نواب صاحب فرماتے ہیں کہ ”مصدق اس آگاہی کا، وجود ہر دو نواسہ شاہ  
عبد العزیز دہلوی قدس سرہ کا ہے یعنی مولانا محمد سخت (دم ۱۲۶۲ھ) اور مولانا محمد یعقوب

رم ۱۲۸۶ھ، چھ ماہ اللہ تعالیٰ کہ دہلی سے دہشتہ میں ہجرت کر کے ان دنوں  
نے نیکو کرد میں اقامت فرمائی اور سالہا اہل عرب و عجم میں روایت حدیث شریف کو  
زندہ کیا۔ لیکن اس وقت میں یہ خاندان علم و کمال بجا ہوا ختم ہو گیا اور کوئی ان میں  
سے باقی نہ رہا یفعل اللہ ما یشاء ویحکم ما یرید۔

ترجمہ از اتحاف النبلاء، صفحہ ۲۳ و ۲۴

### حضرت شاہ عبد العزیز کے تلامذہ

آپ کے اجازت یافتہ تلامذہ اور خلفاء و مریدین کا سلسلہ یقیناً بہت وسیع  
ہوگا۔ تذکرہ علماء ہند، ترتیبہ الخواطر، عمدۃ الصحائف مولفہ مولوی عبد الکریم حسینی  
قادری، سراج العوارف مولفہ شاہ ابوالکاسین احمد نوری مدہسروی، تذکرۃ القراء  
تاریخ امروہہ، تذکرہ شاہیر کاکوری اور حسن دیگر تذکروں کی مدد سے حسب ذیل  
تلامذہ کی فہرست تیار کر سکا ہوں، یقیناً یہ بہت کم ہیں، مگر اس میں شاہ تلامذہ  
ایک حد تک سب آگئے ہیں۔ ان میں سے بہت سے وہ حضرات ہیں جن کی مستقل  
سوانحیں لکھی جاتی چاہئیں۔

(۱) د (۲) و (۳) ہر سہ برادران گرامی قدر۔ (۴) و (۵) ہر دو نو اسے (۶)  
مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی برادر زادہ (۷) مولانا مخصوص اللہ ابن شاہ  
رفیع الدین دہلوی (۸) مولانا عبد الکریم بڑھانوی (۹) شاہ غلام علی مجددی دہلوی  
(۱۰) شاہ ابوسعید مجددی رام پوری ثم دہلوی (۱۱) مولانا شاہ احمد سعید مجددی

ابن شاہ ابوسعید مجددیؒ (۱۲) مفتی الہی بخش کاندھلویؒ (۱۳) مولانا سید قطیب الدینی  
 حسنی ساکن رائے بریلی (۱۴) مولانا رکوت احمد رافت مجددی رامپوری (۱۵) مولانا  
 حسین احمد محدث طلیح آبادیؒ (۱۶) مرزا حسن علی صغیر محدث لکھنوی (۱۷) مولانا حمید  
 علی رامپوریؒ (۱۸) مولانا حمید علی فیض آبادی مؤلف ازالۃ الغین و ہی اسکلام  
 (۱۹) مولانا سید احمد علی بجنوریؒ (۲۰) مولانا سلامت اللہ کشفی بدایونی تم کانپوری  
 (۲۱) مولانا شاہ الدین احمد بدایونی (۲۲) مولانا شاہ سید آل رسول برکاتی مارہڑی  
 (۲۳) اخوند حافظ عبد العزیز قادری دہلوی (۲۴) مولانا فضل حق خیر آبادیؒ،  
 (۲۵) مولانا رشید الدین خان دہلوی (۲۶) مولانا کریم اللہ دہلوی (۲۷) مولانا محبوب  
 علی دہلوی (۲۸) مولانا سید محمد اکمل بن سید محمد عرفان رائے بریلی (حضرت سید احمد  
 شہید کے برادرِ کلاں) (۲۹) مولانا عبد الخالق دہلوی (۳۰) مولانا غلام جیلانی فوت  
 رامپوری (۳۱) مولانا کریم اللہ محدث دہلوی (دم ۱۲۵۲ھ) (۳۲) شیخ قمر الدین  
 حسینی سونی پتی (۳۳) مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی (۳۴) مولانا غلام  
 محی الدین بگونیؒ (۳۵) حافظ غلام علی چریاکوٹی (۳۶) مولانا محمد شکور گھمٹی شہری  
 (۳۷) مولانا سید جلال الدین برہان پوریؒ (۳۸) مولانا سید آل حسن قنوجی (نواب

لے تذکرہ غلام ہند میں لکھا ہے کہ ۲۵ سال میں ان کا انتقال ہوا اور جہاز میں انتقال ہوا اور انگریج یہ ہے کہ ۲۵ سال  
 میں شہر موت کے اندر انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے جیسا کہ نزہت الخواطر جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۲ شریف سے معلوم ہوتا ہے



صدیقی حسن خاں کے والد ماجد، (۳۹) شاہ حسن بخش چشتی امرہٹی ابن حضرت شاہ  
عبدالباری صدیقی چشتی (۴۰) مولانا سید رمضان علی امرہٹی (۴۱) مولانا نجابت  
حسین ساکن محلہ قاضی ٹولہ بانس بریلی دین نام زبانی روایت کی بنا پر درج کیا گیا  
ہے، (۴۲) شیخ فضل حق عرف غلام مینا ساحر علوی کا کوروی (۴۳) مفتی صدر الدین  
آزردہ (۴۴) مولانا شاہ ظہور الحق قادری پھلواروی (آپ نے مکاتبتہ حضرت شاہ  
عبدالعزیز سے اجازت حدیث حاصل کی کافی تزیینت کھلاط)  
مولوی ببر علی دہلوی و مولوی دھومن بہار پوری۔

مؤلف تذکرہ علمائے ہند نے لکھا ہے کہ یہ دونوں حق شناس بھی نہ تھے رافضی  
تھے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کی صحبت میں رہتے تھے قوت حافظہ ایسی تھی کہ جو  
کچھ شاہ صاحب سے سنتے تھے لفظ بہ لفظ یاد رکھتے تھے حضرت شاہ صاحب کی زبان  
سے قرآن مجید کا وعظ بارہا سن چکے تھے۔ اگر کوئی کہتا کہ کچھ فراموشی، کہتے کہ قرآن کی  
کوئی آیت پڑھو اگر پڑھنے والا غلط پڑھتا تو تصحیح کرتے اور اس کا ترجمہ کر کے تفصیل و  
تشریح کرتے تھے۔ مفتی اسد اللہ آبادی مرحوم فرماتے تھے کہ ایک دفعہ بدلی گیا اس زمانے  
میں مولوی ببر علی زندہ تھے ان کے اوصاف سکران کی ملاقات کا مشتاق ہوا، ہمارے  
شاہجہانی جامع مسجد میں ادا کی، نماز کے بعد مجلس وعظ منعقد ہوئی بعض لوگوں نے  
کہا یہی مولوی ببر علی ہیں جو وعظ اہل رہے ہیں میں نے نہایت توجہ سے ان کا وعظ  
سنا جتنا ان کے متعلق سنا تھا اس سے زیادہ ان کو پایا جب وعظ سے فارغ ہو گئے تو میں

نے سلام وصال فرمایا اور ایک آیت کا مطلب دریافت کیا، انھوں نے وجہ اسکا  
مطلب بیان کیا اور میرے اشکال کو بھی دور کر دیا۔ صحتِ صالح تراصل کد  
(مخلص از ترجمہ تذکرہ علماء ہند مرتبہ محمد یوسف قادری)  
اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے فیضِ صحبت  
سے خواہیں تو خواہیں عوام بھی کس قدر متاثر ہوئے تھے۔

### تصانیف

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی تصنیفات و تالیفات میں جو کتب شائع ہو چکی  
ہیں یا جو موجود اور مشہور ہیں ان کی فہرست ذیل ہے انھو اطرا و حیاتِ دلی سے اخذ کر کے  
پیش کرتا ہوں۔ ان کے علاوہ بھی نہ معلوم کتنا ذخیرہ تالیف اور ہو گا جو انقلابِ  
زمانہ اور غفلت سے تلف ہو گیا۔ ان کتابوں میں سے ہر ایک پر مفصل تبصرہ کیا  
جاسکتا ہے۔ فی الحال فہرست اور اجمالی تعارف پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۱) آپ کی مشہور تالیف تفسیر فتح العزیز ہے جو کہ تفسیر عزیزی بھی کہلاتی ہے  
اس تفسیر کو ایسے زمانے میں جبکہ مرض کا شدید غلبہ تھا اطلاق کھوایا۔ کئی جلدوں میں  
لکھی۔ اس کا اکثر حصہ ہنگامہ عشرہ میں ضائع ہو گیا۔ اول و آخر کی صرف دو جلدیں  
مستطاب ہوئیں جو شائع ہو چکی ہیں۔ اور ان کا اردو میں ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔

(۲) تحفۂ اشاعہ شریعہ، علمِ کلام میں ایک زبردست علمی شاہکار ہے۔  
فرقہ امامیہ کی پوری حقیقت اور ان کے اعتراضات کے مکمل جوابات ہیں۔ قرآن و

حدیث کے مطالب اور تاریخ و سیرت کے بہت سے گوشے اس کے مطالعے سے کھلتے ہیں۔ لفظ چراغ سے اس کی تصنیف کا سال ۱۳۰۲ھ نکلتا ہے۔ مولوی اسلمی بدراسٹی نے اس کا عربی میں بھی ترجمہ کر دیا تھا۔ خود حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک مجلس میں تحفہ اشاعہ شریعہ کا ذکر کرنے پر فرمایا کہ ایک شخص نے اس کتاب کے بارے میں لکھا تھا: "هَذَا الْكِتَابُ لَوْ بَدَأَ ذَهَبًا لَكَانَ الْبَدِيعُ مَحْبُورًا" یعنی یہ کتاب ایسی ہے کہ اگر اس کے برابر سونے لے کر اس کو فروخت کیا جائے تو بھی بیچنے والا خسارہ میں رہے گا۔

(۳) بستان المحدثین۔ اس میں کتب احادیث کی فہرست ہے اور ان کے مدونین و جامعین کے شرح و بسط کیساتھ سوانح میں۔ بے نظیر کتاب ہے۔ اسکا اردو ترجمہ مولانا عبد السمیع صاحب دیوبندی مدرس دارالعلوم دیوبند نے کیا تھا۔

(۴) عجالہ نافعہ۔ فارسی زبان میں اصول حدیث کی مختصر اور بڑا جامع و نافع رسالہ ہے اس کا بھی اردو میں ترجمہ ہو گیا ہے۔

(۵) میزان البلاغۃ۔ علم البلاغۃ میں ایک عمدہ متن ہے۔ اس کو غالبؒ سب سے پہلے قاضی بشیر الدین صدیقی میرٹھی مرحوم نے مفتی عزیز الرحمن صاحب نقشبندی دیوبندی کے حاشیے کے ساتھ اپنے مطبع مجتہبی میرٹھ میں شائع کیا۔

(۶) میزان الکلام۔ علم کلام میں ایک عمدہ متن ہے۔

(۷) شریک فی سئلہ الفضل۔ یہ رسالہ عمدہ بھی شائع ہوا ہے اور قادی جلد

دوم میں شامل ہو کر بھی۔

(۸) عزیز الاقباس۔ خلفاء راشدین کے فضائل میں ہے۔

(۹) سر الشہادتین۔ شہادت حضرات حسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں ایک

مختصر رسالہ ہے۔ مگر حضرت شاہ صاحب کی طرف اس کی نسبت میں بعض حضرات کو کلام ہے۔

(۱۰) رسالہ فی الانساب (۱۱) رسالہ فی الریاء۔

(۱۲) خواشی جو منطق اور حکمت کی کئی کتابوں پر ہیں۔

(۱۳) فتاویٰ۔ یہ مطبع مجتہبی میں دو جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ انکا

اردو میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ فتاویٰ کے ساتھ پانچ چھ رسائل بھی شائع ہوئے ہیں

جو بہت اہم ہیں۔

ان کتابوں کے ساتھ ساتھ حاجی رفیع الدین فاروقی مراد آبادی کی کتاب اسل

واجوبہ کے جوابات کو بھی حضرت شاہ عبدالعزیز کی تالیف قرار دینا چاہیے۔ یہ

کتاب جہاں تک مجھے معلوم ہے کتب خانہ دارالعلوم ندوہ لکھنؤ، کتب خانہ مظاہر

علوم بہار پور، کتب خانہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور کتب خانہ قاضی شہرہ پور

میں موجود ہے۔ حاجی رفیع الدین مراد آبادی اس کتاب کے دیباچے میں جو تحریر

فرماتے ہیں اس کا ترجمہ ذیل میں درج ہے۔ اصل عبارت دیباچہ کتب خانہ دارالعلوم

ندوہ سے نقل کی گئی تھی۔

”حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک تفسیر تالیف کی ہے جس کا نام فتح العزیز ہے۔ ابھی اس کے مسودات بیاض کی منزل تک نہیں پہنچے ہیں۔ یوں تو اس میں تحقیقات بسیار اور لطائف ہیشمار تحریر ہوئے ہیں مگر پانچ علوم پر خصوصیت سے بحث کی گئی ہے۔

(۱) سورتوں کے عنوانات اور اجمالاً ہر سورت کا مضمون۔

(۲) بعض آیات کا بعض کے ساتھ ربط۔

(۳) مشابہات القرآن۔

(۴) قصص و احکام قرآنی کے اسرار۔

(۵) لطائف نظم قرآن۔

مصنف سلمہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچوں علوم کے نونے جہتہ فقیر محسنہ رفیع الدین مراد آبادی کو مکاتیب کی شکل میں روانہ فرمائے۔ ان کے بارے میں احقر نے جو سوالات کئے اُن کے جوابات بھی مکاتیب میں لکھے ہیں۔ ان سب کو ان اوراق میں جمع کر دیا۔ وَاللّٰهُ وَدَّی التَّوْفِیْقُ“

حضرت شاہ عبدالعزیز کی

مجالس درس قرآن

مشہور منظر و منکلم حضرت مولانا حیدر علی فیض آبادی نے اپنی معرکہ الاراء کتاب ازالۃ الغین کے مقالہ نمبر میں حضرت شاہ صاحب کی مجالس درس قرآن

کا آنکھوں دیکھا حال تحریر فرمایا ہے۔ ذیل میں اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔  
 ”علامہ دہلوی (حضرت شاہ عبد العزیز) روز جمعہ اور شنبہ کو مجلس عطا اپنے  
 مدرسے میں منعقد کرتے تھے مشتاقین وہاں جمع ہوتے تھے اور یہ وعظ کافی دیر تک  
 ہوتا تھا۔ علماء کرام تفسیر سبھاوی، تفسیر نیشاپوری، کشاف اور دیگر تفاسیر مشکل  
 اپنے سامنے رکھتے تھے۔ اور سمجھ لیتے تھے کہ اس وقت فلاں اشکال کو فلاں تفسیر  
 میں سے حل فرمایا گیا ہے۔ میں نے بار بار دیکھا کہ جس شخص کے دل میں کسی قسم کا عقراض  
 یا شبہ آتا تھا آپ کی تقریر سے وہ شخص مطمئن ہو جاتا تھا۔ آپ کے فیض صحبت سے  
 اکثر غیر مسلم مسلمان ہو جاتے اور شک و تردد والے قوت اعتقاد حاصل کرتے تھے  
 — فقیر کا سفر دہلی، محض تحقیق مذہب کے سلسلے میں ہوا تھا جب اس بابرکت  
 صحبت میں التزام کے ساتھ رہا تو تمام شکوک و ادبام ختم ہو گئے۔“  
 آخری درس قرآن۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا آخری درس قرآن اَعْدِلُوا هُوَ  
 اقْرَبُ لِلشَّقْوَى کی تفسیر تھا۔ یہاں سے حضرت شاہ عبد العزیز نے تفسیر شروع کی  
 اور ان کا آخری درس اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اتْقَاكُمْ کی تفسیر تھا۔ اس سے آگے  
 کو حضرت شاہ محمد اسحاقؒ نے سلسلہ جاری رکھا۔

(ماخوذ از نزہۃ الخواطر جلد ۱، بحوالہ مقالات الطریقہ)

حلیہ مبارکہ

حکیم سید عبدالحیٰ نزہتہ الخواطر میں تحریر فرماتے ہیں۔ آپ طویل القامت  
نحیف البدن، گندم گوں، کشادہ چشم اور چنی دار رحمی والے تھے۔  
مسکات

علامہ نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے اتحاد النبلاء میں لکھا ہے کہ ان کا  
اشادہ عبد العزیز کا، خاندان علوم حدیث و فقہ حنفی کا ہے، خدمت اس علم شریف  
کی جیسی اس خاندان سے وجود میں آئی، ویسی اس ملک میں اور کسی سے معلوم و مہود  
نہیں ہے۔ (الروض المصنوع بالاحداث)

مرض وفات اور وفات

نزہتہ الخواطر میں ہے کہ ۲۵ سال کی عمر سے آپ کو گونا گوں امراض لاحق ہو  
گئے تھے جس کی وجہ سے بینائی پراثر پڑ گیا تھا، نابریں مدرسہ کا کام شاہ رفیع الدین  
اور شاہ عبد القادر کے سپرد کر دیا تھا، زیادہ تر یہی دونوں بھائی طلباء کو درس  
حدیث دیتے تھے۔ خود بھی درس حدیث دیتے تھے مگر کم۔ تصنیف و تالیف قوی  
و وعظ کا کام برابر جاری رہا۔ آپ کے مواعظ حقائق قرآن سے لبریز ہوتے تھے۔  
آخری عمر میں تو آپ اس قابل بھی نہ رہے تھے کہ مجلس میں ایک ساعت بیٹھ سکیں  
دونوں مدرسوں (قدیم و جدید) کے درمیان دو آدمیوں کے سہارے چلا کرتے  
تھے اور اس وقت میں چلتے چلتے بھی درس دیتے تھے اور رشد و ہدایت کی طرف

رہنمائی بھی اپنے کلمات طیبات کے ذریعے فرماتے جاتے تھے عصر اور مغرب کے درمیانی وقت میں اس سڑک تک دو آدمیوں کے سہارے تشریف لے جاتے تھے جو مدرسہ اور جامع مسجد دہلی کے درمیان میں ہے۔ لوگ اس وقت آپ کے قدم کے منتظر رہتے اور اپنے سوالات اور علمی اشکالات آپ کی خدمت میں پیش کر کے حل کرتے تھے۔ بھوک اتنی کم ہو گئی تھی کہ کئی کئی دن کے بعد غذا استعمال فرماتے تھے۔

بالآخر وہ زماذ بھی قریب آ گیا جب کہ ہندوستان کا یہ آفتاب علم غروب ہونے والا ہے۔ مولوی سید احمد علی بجنوریؒ نے (یہ بجنور غائب لکھنؤ کے قریب ایک قصبہ) حضرت شاہ صاحبؒ کے حالات ایک خط میں لکھے ہیں۔ الرضی المظہور میں یہ خط درج ہے۔ میں اس خط کا ضروری حصہ یہاں نقل کرتا ہوں کہیں کہیں مفہوم باقی رکھتے ہوئے الفاظ میں تغیر کر دیا گیا ہے۔

”ماہ رجب ۱۲۳۹ھ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ چار دن کے بعد آدھ پاؤں بلکہ اس سے بھی کم غذا استعمال کرتے تھے تمام رات بجا رہتا تھا اور آنحضرتؐ سوداویہ چڑھتے تھے، آخر رمضان میں طبیعت پہلے سے زیادہ ناساز ہوئی، چننا پنچاہر رمضان کو شام کے وقت غشی طاری ہو گئی۔ ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے۔ تمام گھر میں ایک عجیب قیامت برپا ہو گئی۔ اس کی صبح کو عید تھی اور پیر کا دن تھا کچھ افادہ ہو گیا۔ موافق معمول کے، پھر دن چڑھے نماز عید ادا کی گئی کہ مسجد اکبر آبادی میں پھر



غشی طاری ہوئی۔ گھر آگئے۔ طبیعت بے مزہ رہی۔ منگل کا دن درس کا دن تھا۔ بیکمال بے طاقتی منبر پر کچھ آرام کر کے آیت اَنْ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ کی تفسیر پر اکتفا کیا، پھر کچھ دن باقی رہا تھا کہ فقیر کو طلب فرما کر وصیت نامہ لکھوایا جس میں فرش اور ذاتی کتب خاص کو مولانا محمد اسحاق کے نام سپرد کیا۔ اسکے علاوہ اور بھی امور تھے۔ فقیر کی ہر اس پرثبت کرائی اور مولانا رشید الدین خاں وغیرہ کو طلب کر کے ان کی ہر اس بھی ثبت کرائیں۔ اس دن حال بہت متغیر تھا۔

مغرب سے پہلے پہلے اجازت نامہ احادیث اپنی ہر خاص سے مزین فرما کر اس فقیر کو عنایت فرمایا۔ اب طعام بالکلیہ موقوف ہوا۔ بدھ کا دن آیا۔ اطباء نے جمع ہو کر ایک نسخہ تجویز کیا، اس کو استعمال کیا۔ پھر دن چڑھے نماز اشراق ادا کی۔ بعدہ اجابت ہوئی۔ دوا بعدہ نکلی معلوم ہوا کہ قوت ماسکوزائل ہو گئی ہے۔ بدھ کے دن شام کو بہت لوگ مرید ہوئے۔ جمعرات کے دن حالت اور متغیر ہو گئی، جمعہ کے دن چاہا کہ مغفول کے مطابق مدرسہ میں آئیں۔ نہ آ سکے۔ درس موقوف ہوا۔ مگر زیارت سب کو میسر ہوئی۔ شام کے وقت تفسیر دارکھ اور تفسیر رحمانی سنی۔ بعدہ کچھ نقدی برادر زادوں اور ذوی الارحام حاضر و غائب پر تقسیم فرمائی۔ قصہ مختصر یہ ہے کہ شبہ کے دن سکوت طاری ہوا اور نبض مختل ہو گئی، مگر ناز پنجگانہ اشارے سے پڑھتے تھے۔ دوپر کو قرآن مجید طلب فرما کر مولانا محمد اسحاق صاحب سے سورہ ق ایک رکوع تک سنی۔ بعدہ فرمایا

کہ ثالث النعوت انتہا سے ابتدا ورس کی ہوگی۔ پھر صوبہ مغرب غلام حسین نامی ایک صاحب مرید ہوئے۔ نماز عشاء کی پڑھی۔ چار گھنٹی رات باقی رہی تھی کہ اضطراب لاحق ہوا۔ ڈوٹیکھے دائیں اور بائیں جھلے جا رہے تھے۔ آرام کسی صورت نہ تھا۔ برخلاف حادث کے سوائے تہبند کے باقی تمام کپڑے بدن سے اُتار ڈالے تھے بعد نماز فجر، شوال کو اتوار کے دن داعی اہل کو لبیک کہا اور اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔ **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** تلم شہر علی پر ایسی حالت واقع ہوئی کہ بیان میں نہیں آسکتی۔

کمالات عزیزی میں بھی آپ کے آخری وقت کے کچھ حالات نواب مبارک علی خاں میرٹھی بمیرہ نواب خیراندیش خاں مرحوم نے لکھے ہیں، اس میں ہے کہ آخری وعظ کے دن آپ نے مشہور مصرع، **مَنْ نِيزَ حَاضِرٌ مِثْمُومٌ تَصَوِّرُ جَانًا** در بغل بغل کو تصرف کر کے یوں پڑھا۔ **مَنْ نِيزَ حَاضِرٌ مِثْمُومٌ تَفْسِرُ قُرْآنًا** در بغل اپنے وصیت فرمائی تھی کہ میرا کفن اسی کپڑے کا ہو جو میں پہنتا ہوں۔ آپ کا کُترہ ادھوتر کا اور پانچا مارہ گاڑھے کا ہوتا تھا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ نماز جنازہ شہر کے باہر ہو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ کمالات عزیزی میں ہے کہ آپ کے جنازہ کی نماز چھپن مرتبہ ہوئی۔

مزار -

اپنے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پہلو میں ہندیلوں

میں دفن ہوئے ۔

تاریخ نمائے وفات ۔

حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی راہپوریؒ نے حسب ذیل تاریخ نگہی

شاہ عبدالعزیز فخر جہاں	عالمِ علم آیتِ ستراں
صبحِ یک شنبہ، مہینہ شوال	از بدن گشتہ روحِ او پراں
سنِ ہجری چوبستم از بافت	گفت اے نکتہ سنج قاعدہ داں
سالِ فوٹش زہرِ عدید است	از احد تا الوٹ زیرِ عتواں
خواہی از ہر عدو کہ تارخیش	اولاً چار چند کن پس ازاں
یک ہفترا و ضرب کن در وہ	پس بکن طرح بست بست اے جاں
در صد و بست چار باقی را	ضرب فرما تو اے فہیم زماں
پس بقصاں یک عدو در باب	فوت آن مغیر زمین و زماں

حکیم مومین خاں مومین دہلوی مرحوم نے حسب ذیل قطعہ تاریخ لکھا ۔  
انتخابِ نسخہ دیں مولوی عبد العزیز بے حدیل و بے نظیر بے مثال و بے مثل

یعنی ایک سے لے کر ہزار تک کسی عدو سے بھی اس طرح تاریخ نہ لکھی جاسکتی ہے کہ لے ہوئے عدو کو چار گنا کر دیکھ  
ایک کو اور مثال کر دیکھ دس میں ضرب دیکھ بیس سے تقسیم کر دے باقی رہے اس کو ۱۳۳ سے ضرب دے حاصل ضرب  
میں سے ایک کو کم کر دے ۱۳۳ بڑا نہ ہوگا ۔

جانب ملک عجم تشریف فرما کیوں ہوئے  
 کجاں تھا کیا کہیں مردوں کے کہاں میں غفل  
 ہے تمام اے چرخ تو کس کو یہاں سے لے گیا  
 کیا کیا یہ ظلم تو نے سبکیوں پر اے اہل  
 جب اٹھالی کف عشاک عالم تہ وبالا ہوا  
 لوٹا تھا خاک پر ہر قدی گردوں محل  
 کیا کس و ناکسج تھا صد در کیا جس وقت فن  
 ڈالتا تھا خاک سر پر ہر عزیز و مبتذل  
 مجلس در و آفرین تعزیت میں میں بھی تھا  
 جب پڑھی تاریخ نمون نے یہ آکر بے بدل  
 دست بیدا و اہل سے بے سرو پا ہو گئے  
 فقر و دیں فضل و سیر اہل مکر و علم و غفل

ق ی م ن ع ر ل م  
 ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶  
 ۱۲۳۹ھ

آثار الصنادید میں یہ قطعہ تاریخ ہے۔

شاہ عبدالعزیز قحزین  
 در میان بہشت ساخت گلن  
 مثل بدینیر درمہ فن  
 رضی اللہ عنہ گفت حسن

۱۲۰۱  
 ۲۸  
 ۱۲۲۹ھ

حمۃ اللہ ناطق و گویا  
 روز شنبہ و ہفتیم شوال  
 مہر نصف النہار در عرفان  
 از سر لطف و علم تاریخش

۳۸  
 ۲۸

کتب خانہ دارالعلوم ندوہ لکھنؤ کے ایک قلمی نسخے سے حسب ذیل تاریخ ملی۔  
 دیہاں چندا شعار کا انتخاب کیا گیا ہے۔ شاعر کا پتہ ذیل سکا،

جناب اقدس عبد العزیز والا قدر  
 قیہ بے بدل و عالم حدیم المثل  
 مدبرے کہ باقیم دانش و حکمت  
 امام جلد ویران کھتہ سنج و صبح  
 معین اہل روح مقدس وینداز  
 مطاع و مرشد شاہ جہاں اولادش  
 مجسم از خرد خردہ کار تار بخشش  
 کہ بود بحور رضا کے خدا کے بے ہمتا  
 ولی کابل و استاد و مرشد دانا  
 جزا و نمود کے راعل رستار پانا  
 قوام جلد ادیبان و موجب انشا  
 ظہیر شرع پسندان صاحب تقویٰ  
 ملاذ و مرجع میرد و زیر و شاہ و گدا  
 ہزار نالہ کشید و بسر زد و گفتا

پس از وضو و طہارت نویں این مصراع

ہفت زیر زمین مہر دین و ماہ ہدیٰ

۱۲۳۹ھ

# ملفوظات

toobaa-elibrary.blogspot.com



حضرت شاہ عبد العزیز کے ملفوظات کا ایک مجموعہ ۱۳۳۳ھ میں قاضی بشیر الدین صاحب صدیقی میرٹھی مرحوم نے مطبع مجتہائی میرٹھ سے طبع کرایا تھا۔ اس کا پہلا ترجمہ مولوی عظمت الدین میرٹھی نے کیا جو مطبع ہاشمی میں طبع ہوا۔ اس ترجمہ کے مطالعہ کا موقع مجھے نہیں ملا۔ قاضی صاحب نے ملفوظات کے شروع میں بطور پیش لفظ اس نسخے کے متعلق جو کچھ فارسی زبان میں ارقام فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

کسریٰ بشیر الدین صدیقی ناظرین کی خدمت میں عرض پر دان ہے کہ گھجکھا طبعی کے زمانے سے حصول ملفوظات اور اہرام کا شوق تھا خصوصاً حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ اور دیگر ان اکابر ملت کی تصانیف جمع کرنے اور پڑھنے کا ذوق تھا جن سے اس قلیل البصاعت کو اور اس کے بزرگوں کو ارادت و تلمذ کا تعلق ہے میں اسی جستجو میں رہتا تھا کہ جس طرح ہو سکے ان تصانیف کو حاصل کروں جہاں کہیں پتہ چلتا تھا بسعی کثیر اور بصرف زحمت و زحمت ان بے بہا موتیوں کو دستیاب کرتا تھا۔ اس طرح میں نے اس سلسلے کی بہت سی کتابیں اور رسائل جمع کر لئے جن کو



حسب ضرورت وقتاً فوقتاً شائع کرنے کا قصد ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ مدتِ مدید سے دل کی یہ آرزو بھی تھی کہ اگر حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے کسی مرید یا شاگرد نے ملفوظات جمع کئے ہوں تو وہ بھی حاصل ہو جائیں۔ الحمد للہ جو زندہ یا بندہ کے بموجب آرزوئے دل برآئی، یعنی نسخہ ملفوظات طیبات بہم پہنچ گیا مگر افسوس صد افسوس کہ کتاب کی بوسیدگی اور کرم خوردگی کے باعث جامع ملفوظات کا نام دریافت نہ ہو سکا، البتہ بعد مطالعہ اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ ان ملفوظات کا جامع حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی بہت ہی خاص مرید ہے۔ اپنے طبیعت کے تعاضے اور بعض اخوانِ واجبات کے اصرار کی بنا پر میں نے اس گوہرِ بہا کو مخفی رکھنا مناسب نہ سمجھا اور اس کو طبع کرانے کے لئے کمر بستہ باندھ لی۔ مجھے اس کتاب کی طبیعت میں کافی محنت کرنا پڑی ہے۔ دریدگی اور بوسیدگی کی وجہ سے اصل کتاب میں جو کلمات پڑھے نہ جاسکے اور جن میں اپنی سمجھ اور رائے سے جوڑ لگانا مناسب تھا ان مقامات کو مجبوراً اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا ہے، علاوہ بریں کچھ اخلاط کا کرناں مطبع کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہیں۔ ان کو آخر کتاب میں غلط نامہ کے عنوان سے لگا دیا گیا ہے۔

میں نے اب تقریباً تیس سال پہلے قاضی صاحب مرحوم سے میرٹھ جا کر

مددِ احقر کے پاس جو مطبوعہ نسخہ ہے اس کے آخر میں غلط نامہ نہیں ہے۔

معلوم کیا تھا کہ ان کو اصل نسخہ کہاں سے دستیاب ہوا؟۔ یاد پڑتا ہے کہ انھوں نے فرمایا تھا کہ مستحضر سے مجھے یہ نسخہ ملا تھا۔ معلوم نہیں کہ ان کے صاحبزادے مکرری تاحی زین العابدین سجاد میرٹھی کے پاس اب بھی وہ اصل نسخہ محفوظ ہے یا نہیں؟۔ جو اہم موزیم اٹاؤہ میں رجوڈاکٹر بشیر الدین احمد مرحوم کا جمع کردہ ذخیرہ کتب ہے اور اب کچھ عرصے سے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی آزاد لائبریری میں شامل ہو گیا ہے، ملفوظات شاہ عبدالعزیزؒ کا ایک قلمی نسخہ ہے۔ مولانا ابراہیم خاں رونی گوپاموی ایم اے علیگٹھ نے اس نسخے پر تبصرہ کرتے ہوئے جو اہم زواہر میں تحریر کیا ہے۔

”یہ ملفوظات سوال و جواب کی شکل میں ہیں جن میں مسائل تصوف و سلوک مسائل فقہ، تفسیر و حدیث اور بعض واقعات تاریخی کا پُر از معلومات درس ہے، کتاب قابل مطالعہ ہے۔ کتابت بخط معمولی نستعلیق ہے لیکن کاتب کا نہ صرف خدایاغ بہت معمولی ہے جس سے عربی عبارتیں غلط ہو گئی ہیں بلکہ..... کافی خراب ہے۔ جس کی وجہ سے بعض الفاظ مشکل سے پڑھ جاتے ہیں۔“ ص ۹۶

مجھے علی گڑھ میں اس نسخے کو مطالعہ کرنے کا کئی مرتبہ اتفاق ہوا ہے۔

۲۹ جمادی الثانیہ ۱۳۹۲ھ میں بدست محمد عطا علی یہ مخطوط تیار ہوا ہے۔ میں نے ایک مرتبہ مطبوعہ نسخے کا اس قلمی نسخے سے مقابلہ بھی کیا۔ دو تین دن کئی گھنٹے صرف کر کے، چونکہ ان کتاب کا مقابلہ کر چکا ہوں۔ اتنے ہی جتنے میں درجنوں

خلیطاں مطبوعہ نسخے میں نکلیں۔ بعض جگہ مطبوعہ نسخے میں الفاظ صحیح ہیں مخطوط  
میں غلط ہیں۔ اس سے اندازہ ہوا کہ قاضی بشیر الدین صدیقی میرٹھی مرحوم کا نسخہ  
اس نسخے کی نقل نہیں ہے۔

ملفوظات کا دوسرا ترجمہ ڈاکٹر معین الحق ایم اے پی ایچ ڈی کی تحریک سے  
کراچی میں شائع ہوا۔ دو فصل ترجموں نے اس کام کو انجام دیا، ڈاکٹر صاحب  
نے اس کا پیش لفظ لکھا، جس میں میرٹھ والے ترجمے کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ اس  
میں ترجمے کی بی شمار غلطیاں ہیں اور اکثر عبارتیں کی عبارتیں ترجمے سے چھوٹ  
گئی ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ یہ دوسرا ترجمہ، کتابت، طباعت اور کاغذ کے لحاظ  
سے دیدہ زیب ہے۔ مقدار بھی مبسوط و مفصل لکھا گیا ہے۔ مگر اس میں بھی ترجمے  
کے اخلاط کثرت سے موجود ہیں۔ میرے سامنے اگر پہلا ترجمہ بھی ہوتا تو مجھے اس لمکا  
پتہ چلانا آسان ہوتا کہ دوسرے ترجمے میں کن کن غلطیوں کا ازالہ اور کن کن غلطیوں  
کا اضافہ ہوا ہے۔ کراچی والے ترجمے میں بہت سی ایسی اخلاط ہیں کہ بے اختیار  
ہنسی آنے لگتی ہے، مطبوعہ فارسی نسخے میں یقیناً بہت سی غلطیاں ہیں، لیکن جو  
عبارت پڑھی جا سکتی ہے اور غور کرنے سے جس کا مطلب نکل سکتا ہے اس کا سرسری  
طور پر بغیر سوچے سمجھے ایک گول مول ذلیلہ آمیز ترجمہ کر دینا شان ترجمانی کے  
مناسب نہیں۔ نسخہ ملفوظات اور اس کے ترجمے پر مستقل طور پر ایک مضمون لکھنے

کا ارادہ ہے۔ فی الحال دونوں نے مشقے نمودار از خوارے پیش کئے جاتے ہیں  
ملفوظات مطبوعہ میں ہے۔۔۔۔۔ خسرندہ کہ شاگرد و خلیفہ والدہ بود والدہ  
اس عبارت کا ترجمہ سیدھا سادہ یہ ہے کہ بندے کے یعنی میرے خسر جو کہ  
میرے والد کے شاگرد و خلیفہ تھے۔۔۔۔۔ اب ذرا کراچی والے ترجمہ کو ملاحظہ فرمائیے  
ایک شخص خیزندہ؟ (سوالیہ علامت ترجمے میں لگی ہوئی ہے) کہ میرے والد کا خلیفہ  
اور شاگرد تھا والدہ۔ دوسری جگہ اس سے بھی زیادہ کھپ ترجمہ ہے۔  
ملفوظات میں ہے ارشاد فرما گئے والد صاحب حافظ ندیدہ ام مگر شینہ (ام)  
چنانچہ شعبی کو ذکر اور بخاری جا بجا آئے۔۔۔۔۔ ظاہر ہے کہ اس کا ترجمہ یہ ہوا  
میں نے والد صاحب کی مثل کسی کا حافظ نہیں دیکھا، مگر ہاں سنا ہے چنانچہ  
شعبی کا حافظہ جن کا ذکر بخاری میں جا بجا آتا ہے۔۔۔۔۔  
اب کراچی کے ترجمے کو پڑھیے۔۔۔۔۔ میں نے اپنے والد ماجد کے برابر  
کسی کا حافظہ نہیں دیکھا مگر ایک شیعہ کا حال سنا ہے بخاری میں اس کا ذکر جا بجا  
مذکور ہے۔۔۔۔۔

۱۔ قاضی بشار الدین بیرغی مرحوم نے حالات شاہ جہاں علیؒ میں ایک رسالہ لکھا ہے جس میں ملفوظات کا بھی کچھ  
مشرقیہ شامل کیا گیا ہے۔ اس ملفوظ کا یہاں بھی یہی ترجمہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میرٹھ والے ترجمہ سے مستقل ہو کر یہ  
مطلعی کراچی پہنچی اور وہاں کے فاضل مترجموں نے بھی اپنی ذمہ داری محسوس نہیں کی۔

کتنا مزید ارتزاج ہے، دھوکا کہاں سے لگا؟ شعبی کو شیعی پڑھنے اور سمجھنے سے — اتفاق سے مطبوعہ نسخے میں اس لفظ پر شوٹے اور نقطے بھی اس انداز سے لگ گئے ہیں کہ سرسری ترجمہ کر نوالے کا امتحان ہو جائے — میں کہتا ہوں کہ یہ کیا ضرورت تھا کہ تمام ملفوظات کا ترجمہ کر دیا جائے ملفوظات کی تحفیس نحر کے سمجھ میں آنے والی عبارات کا ترجمہ کر دیا جاتا۔ کافی تھا

اصل ملفوظات کے متعلق اتنا کھنا ضروری ہے کہ اس کے جامع نے جنکا نام اور جن کی علمی حیثیت معلوم نہیں چند ایسی باتیں بھی ملفوظات کے مجموعے میں شامل کر دی ہیں جن کو شاہ صاحب نے اپنے بے تکلف اجاب کے سامنے بعض مجالس میں بیان فرمایا تھا۔ ان کو جامع صاحب شامل مجموعہ نہ کرتے تو اچھا تھا یہ کیا ضروری ہے کہ ایک بزرگ کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات کو نقل کر دیا جائے۔ بزرگوں کے بعض ملفوظات میں تفرّد کی شان بھی ہوتی ہے۔ اس نسخے میں بھی بعض ملفوظات تفرّد کی شان لئے ہوئے ہیں۔ بعض ارشادات محققانہ میں مگر ہر ایک کے سمجھنے کے نہیں۔ کم علمی اور کم فہمی کی بنا، بعض اشخاص اس سے آگاہ ہیں پڑ سکتے ہیں۔ بعض باتیں ایسی ہیں کہ جن کی حیثیت فتوے کی نہیں ہے۔

برسبیل تذکرہ یوں ہی بیان فرمادی گئی ہیں، پھر زمانے اور ماحول کے محرکات و موثرات کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ جذبہ اصلاح کے باوجود بعض بزرگ خود بھی غیر محسوس طریقے پر کچھ نہ کچھ ان محرکات سے متاثر ہو سکتے ہیں۔ بعض باتوں کو

معلوم ہوتا ہے کہ جامع صاحب خود نہیں سمجھے۔ یا بعد کو محفوظ لکھا ہے۔ پوری بات یاد نہیں رہی یا پوری بات یاد ہے لیکن فی الحال اپنے مسودے میں اشارہ کر دیا ہے اور ارادہ یہ ہے کہ اس بات کو بعد میں وضاحت سے لکھوں گا۔ بعض جگہ پڑھنے والے کو شبہ ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے بات اس طرح شک کے ساتھ فرمائی ہوگی، مگر وہ شک جامع کا ہے شاہ صاحب کا نہیں، مثلاً حضرت شاہ ولی اللہ کی تاریخ وفات حضرت شاہ عبد العزیز نے ۲۹ محرم الحرام بیان فرمائی، جامع صاحب نے اس تاریخ کو بعد میں لکھا ہے اور ۲۹ محرم لکھنے کے بعد یہ بھی لکھ دیا کہ ۱۲ محرم کو یعنی حضرت شاہ ولی اللہ کی وفات ۲۹ کو ہوئی، یا ۱۲ کو۔ ظاہر ہے کہ اپنے والد ماجد کی تاریخ وفات حضرت شاہ عبد العزیز کا لحاظ رکھ کر فراموش کر دیتا۔ یہ ایک عظیم جاں گداز سا نسخہ تھا اس کی تاریخ اس طرح شک کے ساتھ شاہ صاحب بیان نہیں کر سکتے تھے۔ لامحالہ جامع صاحب کو شک ہوا کہ یہ تاریخ فرمائی تھی یا یہ، اور بعد کو معلوم کیا نہیں، غرض کہ کچھ جامع نے کچھ کاتب نے کچھ مترجمین نے مل جل کر ایسی کیفیت پیدا کر دی کہ بعض اہل علم حضرات کو محفوظات شاہ عبد العزیز کے کل یا جز کے اسحاقی یا مصنوعی ہونے کا شبہ ہونے لگا۔ میں نے ان محفوظات پر کافی غور کیا ہے، میں اس کے تمام مندرجات کو صحیح سمجھتا ہوں بس بات یہی ہے کہ جامع سے لے کر مترجم تک کے تصرفات سے بعض محفوظات کا نقشہ تبدیل ہو گیا ہے جس سے ایک ذہین و ذکی ناظر سخت الجھن محسوس کرتا ہے۔

مجموعی حیثیت سے یہ ملفوظات بہت دلچسپ اور بہت سی معلومات کے حامل ہیں۔ جامع نے اپنا نام اگرچہ نہیں بتایا لیکن کچھ محنت کرنے کے بعد انکے دیباچے کی روشنی میں اتنا معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کس جگہ کے یا کم از کم کس علاقے اور خاندان کے شخص تھے۔

جامع ملفوظات نے شروع میں لکھا ہے کہ میں بتاریخ ۱۳ رجب ۱۲۳۳ھ بروز شنبہ دوسری مرتبہ حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اجابہٴ اعزاء کا سلام ہو پوچھا یا حضرت نے بعد استفسار خیر و عافیت جسمانی و روحانی و اہلی و مالی میرے مشاغل کو معلوم فرمایا اسی دن میں نے ملفوظات لکھنے کی اجازت حاصل کی، پھر عارضی سکونت کے لئے ایک مکان دغا لیا کر اسے پرہیز ہو پوچھایا۔ بعد ۴، ۱۳ رجب ۱۲۳۳ھ، یوم جمعہ سے ملفوظات کا سلسلہ شروع کر دیا۔

داخلی قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ شوال ۱۲۳۳ھ تک کام جاری رہا اور تقریباً تین ماہ کے ملفوظات جمع کر لئے گئے ہیں۔ اس لئے ۶ شوال ۱۲۳۳ھ کو حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ کا وصال ہوا ہے۔ اس مجموعہ ملفوظات کے آخر میں ان کے مرض اور وفات سے متعلق بھی چند واقعات ہیں، اور پھر چند ورق کے بعد ملفوظات ختم ہو جاتے ہیں۔

ان ملفوظات میں علاوہ مجلس خاص کے چل قدمی کے وقت کی گفتگو بھی

کہیں کہیں قلم بند ہوئی ہے۔ ان میں حدیث و تفسیر کے کچھ پہلو، مسائل فقہ، رموز طریقت، ادبی نکات، اپنی اور اپنے والد ماجد نیز دیگر بعض شاہیر کی غزلیں مرقع و محل کی ایسات اور معلومات عامہ کا ذخیرہ اپنے حافظہ کی مدد سے پیش فرمایا گیا ہے۔ سنجیدگی کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں ایسی ظرافت بھی جھلکتی رہی ہے کہ گلستان سعدی کے بات ختم و ششم کا مزہ آجائے۔ ان ملفوظات کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ۴۰، ۵۰ سال کی عمر میں جب کہ گونا گوں امراض لاحق ہیں، بصارت کبھی کی جا چکی ہے ضعف بڑھ رہا ہے لیکن حافظہ شباب پر ہے طبیعت جوان ہو اور دل زندہ ہے۔ وہ شاہ عبدالعزیز، جن کا دل مدت سے مسلمانوں کے انتشار و مسلم حکومت کے زوال نیز غلط طاقتوں کے غلبہ و اقتدار کی وجہ سے غمگین ہے اور جو عالم شباب میں اپنے سچا کو خطوط تحریر فرماتے تھے تو صفحہ قرطاس پر ان کا سوز و رونا نمایاں ہو جاتا تھا۔ عالم پیری میں ان کا ضبط غم کمال کو پہنچ گیا ہے اور وہ اپنی مجلس کے اندر تخذہ برب اور "آتش پارہ دل" نظر آتے ہیں بہر حال اب میں ملفوظات کی تلخیص پیش کرتا ہوں۔

فرمایا کہ باعتبار سورۃ، آخری سورۃ اذ جاء ہے جس کو سورۃ نصر اور سورہ فتح بھی کہتے ہیں۔ اس سورۃ میں معنا انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر ہے یعنی جب ہر طرح کی نصرت ہماری طرف سے آپ کو پہنچ گئی اور مقصد بعثت انجام پا گیا تو اب ہمارے پاس آجائے۔



منہ پایا۔۔۔ کہ مقصد چشتیاں، قوت عشق کا بروئے کار لانا اور اُبھڑنا ہے، اس کے لئے جو امور، مہم و معاون ہوں ان کو اختیار کرتے ہیں۔ جیسے ذکرِ ہر وغیرہ اور اس کے لئے جو چیزیں مضر ہیں اُن سے اجتناب کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جب عشق حاصل ہو گا تو حضور وانکسار وغیرہ سب کچھ حاصل ہو جائے گا۔ مقصود و مقصد بنادیاں۔۔۔ احضارِ نقشب دلدارا اور صحیح خیال ہے لہذا جو چیزیں اس کے لئے معاون ہیں اُن کو اختیار کرتے ہیں اور جو مضر ہیں ان سے پرہیز کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ "استقرارِ حضور" سے فنا و بقا اور عشق سب کچھ حاصل ہو جائے گا۔ مقصود و قادریاں۔۔۔ تفصیل در صیقل کرنا، اور انکسارِ نفس ہے، وہ کہتے ہیں کہ جب دل صاف ہو گیا تو اُس کے مقابل میں جو کچھ ہے وہ جلوہ گر ہو جائے گا۔

سید احمد شہید رائے بریلوی) جو کہ بزرگ زادہ کُسادات قطبی ہیں، اور حضرت شاہ صاحبؒ کے مرید و خلیفہ ہیں جن کے بارے میں حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت سید آدم بنوریؒ کی نسبت، "باستقرارِ تام"۔ اللہ تعالیٰ نے۔۔۔ ان کو عطا فرمائی ہے اور بہت سے لوگ دہلی میں ان کی روحانیت سے مستفیض ہوئے ہیں۔ انھوں نے حضرت شاہ صاحبؒ سے دریافت کیا کہ حفظِ اللہ کیا معنی رکھتا ہے؟ جو ابا ارشاد فرمایا کہ مشکل کے دن میں نے قُلْ هُوَ اللہ کی تفسیر میں کہا تھا کہ اللہ ایسی ذات کا نام ہے جو ہر جمع صفت کا لہجہ اور

وہ حضرت حق جل مجدہ کی ذات ہے۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ سے منقول ہے کہ یہی اسم اعظم ہے بشرطیکہ اس نام کے پڑھنے والے کے دل میں ماسوا کا دخل نہ ہو۔ پھر انھوں نے ریسدا محمد بنی ہند نے عرض کیا کہ مجھے تمام اسماء الہی میں اسی اسم اللہ سے اطمینان و سکون زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ شیخ ابوالنجیب بہروردی جو کہ شیخ شہاب الدین بہروردی کے چچا اور پیر و مرشد ہیں۔ ان کا معمول تھا کہ جب کوئی مرید شغل باطن کی درخواست کرتا تھا تو اس کو اپنے سامنے بٹھا کر اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام تلاوت کرتے تھے۔ معانی کے ساتھ اور ان معانی کی تشریح کے ساتھ۔ اور جس نام سے مرید زیادہ لذت یاب اور مانوس محسوس ہوتا تھا اس کو وہی نام تلقین کرتے تھے پھر رفتہ رفتہ اسم اللہ تک پہنچاتے تھے ورنہ فرمادیتے تھے کہ علاؤقرض کے نام تسبیح و تلاوت نقل اور خدمت فقراء میں مشغول رہو۔

پھر فرمایا کہ تمام اسماء الہی اسم میں داخل ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی۔  
 اللہم اکر اللہ تعالیٰ القلوب۔ آگاہ باش کہ اللہ کے ذکر سے دل اطمینان پذیر ہوتے ہیں۔ ایک مرید نے عرض کیا حضرت، اطمینان کے کیا معنی ہیں۔ فرمایا دل کا بہن اور خطرات پریشان سے دل کا یکسو ہو جانا یعنی ناظر جمعی۔

ایک مرید شیخ جیل قدسی کے وقت آپ کے راستے سے اینٹ پتھر کے ٹکڑے زمین سے اٹھ کر لگنے کا خون تھا، دوڑ کر تاجا تا تھا، فرمایا یاں تکلیف

نہ اٹھاؤ، پھر فرمایا حدیث میں اس عمل کو شعبہ ایمان اور موجب ثواب فرمایا گیا ہے۔  
 رات کے وقت چھل قدی فرما رہے تھے۔ ایک جوان اس وقت ملاقی ہوا۔  
 شفقت کے ساتھ اس کی طرف ملتفت ہوئے اور چند لطائف بیان فرمائے،  
 منجملہ ان کے ایک یہ لطیف بیان فرمایا کہ عبد اللہ نامی ایک رستی، امیر نواب  
 شجاع الدولہ کا رفیق، صاحب تھا۔ ایک دن نواب صاحب نواح جون پور  
 میں شکار کھیلنے گئے ایک خرگوش کے پیچھے ایک شکاری کتا چھوڑ دیا گیا، کتے نے  
 خرگوش کو پکڑ لیا اور چونکہ وہ کتا سکھا ہوا تھا، اسلئے اسے خرگوش کو خود نہیں کھایا فقط سونگھا۔  
 نواب شجاع الدولہ نے (خرگوش کے بارے میں اپنے سرسک یعنی حسرت کو پیش نظر کھکر بطور طعن) کہا  
 ہذا کتہ خرگوش کو کتا بھی نہیں کھاتا عبد اللہ نے جبرہ جواب دیا جی ہاں میں نے دیکھ لیا ایک خرگوش  
 کو کتا نہیں کھاتا۔ فرمایا۔ اویا اچھا قسم کے پائے جاتے ہیں۔  
 (۱) مستغرق۔ جیسے شیخ عبد الحق رد دلوئی اور شیخ عبد القدوس گنگوہی۔

(۲) اہل خدمات جیسے اقطاب۔

(۳) اہل تجرید و تفرید۔

(۴) عرفاء جو کہ ہر منظر میں حق کا شاہدہ اور تحقیق اشار کرتے ہیں۔ جیسے

شیخ اکبرؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ بعض اعمال برائے رفیع مابجات دینی و دنیوی جو

احادیث۔۔۔ میں مثلاً ناز و حاجت، یاد دہائیں وہ اعمال اس زمانے میں رفقاء

اپنی تاثیر کیوں نہیں دکھاتے۔ ارشاد فرمایا کہ علماء نے اس کا جواب تین طریقے سے دیا ہے۔

(۱) شرائط قبولیت مفقود ہیں۔ جب شرائط نہ پائی گئی تو مشرور بھی

قوت ہوا۔

(۲) ان اعمادیات میں یہ آیا ہے کہ یہ اس دعا کا خاصہ ہے یہ نہیں ہے کہ ضرور ایسا ہی ہو جائے گا۔ (بھی کبھی مصلحت کے ماتحت اس دعوت کو قبول نہیں بھی فرماتے) اگر مسائل کی مرضی کے مطابق ہر دعا قبول کر لی جائے تو ایک محذور عظیم لازم آئے گا مثلاً ایک شخص دھاکر کے آب بارش چاہتا ہے۔ دوسرا کسی وقتی مصلحت کی وجہ سے بارش نہیں چاہتا ہے۔ اسی پر اور باتوں کو قیاس کرلو۔

(۳) تیسرا جواب یہ ہے اور یہی حقیقی جواب ہے کہ کثرت ظلمات گناہ کے سبب سے نورانیت دعا اپنا کھلا ہوا شجر اور فائدہ برآمد نہیں کر رہی ہے۔

دیکھو موسم برسات میں اگر اندر خشک جگہ میں بھی سامان رکھا ہو تو اس میں کچھ نہ کچھ بھنی اور تری کا اثر آجاتا ہے۔ بہت چنڈاں اپنا کام نہیں کرتی اور موسم گرما میں اس کے برعکس ہے۔ اس طرح جب فضا ظلمات معاصی سے پُر ہوتی ہے تو استجاب دعا کم ہوتی ہے۔ دیا ہوتی ہے مگر مفہوم نہیں ہوتی، یا کبھی اللہ تعالیٰ قدرے دعا قبول کر لیتا ہے۔

میر احمد علی شاہ نے عرض کیا کہ حضرت والا نے بعد ختم قرآن متصلاً پھر

قرآن شروع فرمایا اس کی اصل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا حدیث میں آیا ہے بہترین عمل (منزل پر) اتنا اور پھر سفر کے لئے کس لینا ہے۔ یعنی جب قرآن شریف ختم کرے تو پھر شروع کر دے (اذکار نووی میں یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ بعض صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اترنے اور سفر کرنے سے کیا مراد ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرآن کا ختم کرنا اور پھر شروع کرنا، اسی دوران میں فرمایا کہ مجھ کو قرآن مجید کے اندر جو معنی ہائے عجیب و غریب ہم پہنچتے ہیں اور ان کی جس قدر آمد ہوتی ہے۔ حدیث میں اتنے معانی کی آمد نہیں ہوتی، حدیث شریف کا مطلب مفہوم (زیادہ تر) موافق کتب (شاریح حدیث) بیان کرتا ہوں۔

ایک مُرید نے عرض کیا، تین دن ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب کے اندر آپ کی شکل میں دیکھا؟ میں نے محسوس کیا کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر توجہ مبذول فرما رہے ہیں میں بہت ہی لذت یاب اور سرور ہوا اور قلب اس وقت سے سبک اور ہلکا ہو گیا ہے۔ (ابھی اس خواب کے متعلق حضرت شاہ صاحبؒ کچھ فرمانے نہ پائے تھے کہ) ایک دوسرے مُرید نے خواب ہی کے بارے میں ایک اور بات دریافت کر لی، حضرتؒ نے اس کا جواب دیا پھر پہلے شخص نے جس نے اپنی خواب بیان کی تھی، عرض کیا، حضرت میرے



کس کو نہیں، چوتھے بعد نبوت، ولایت کس فرقے میں جاری ہے، پانچویں  
عید و جمعہ کا اہتمام کہاں ہے۔ چوتھے ہندوستان میں جہاد فی سبیل اللہ کس  
نے رائج کیا اور یہ سلطان محمود غزنویؒ اور شہاب الدین غوریؒ کون تھے۔  
ارشاد فرمایا کہ غازی الدین خاں جو اپنے شاعر تھے، کہا کرتے تھے کہ جس  
شعر میں معنی نہ ہوں (مہمل ہو)، اس کو رخواہ مخواہ پھینچ تان کر کے، تصوف میں  
لے جاؤ معنی پیدا کر لے گا۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ بعد عصر سورہ عمیقہ، لون کی تلاوت کو بزرگوں نے مورث  
و موجب محبت الہی بتایا ہے کیا حدیث میں بھی یہ بات آئی ہے یا فقط بزرگوں  
کا تجربہ ہے؟ فرمایا کہ یہ بات حدیث میں نہیں ہے۔

سید احمد رشتیدہؒ کے بارے میں جو کہ حضرت کے بڑے خلفاء میں سے ہیں  
اور جن کا ذکر خیر اس سے پہلے بھی آچکا ہے۔ بعض حاضرین مجلس نے عرض کیا کہ  
ان کو جو حضرت والا کے ساتھ فنائیت و عشق ہے اس کی وجہ سے ہلکے بھی آگ  
بہت محبت پیدا ہو گئی ہے۔ — ارشاد فرمایا کہ ہاں وہ بندے سے خالص  
محبت رکھتے ہیں۔ — اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ — یہ خالص

محبت ہونا اختیاری بات نہیں ہے چنانچہ ایک شاعر نے کہا ہے۔

یاد دل بکر باید داد، یاد دل زکر باید برد  
دل دادن و دل بردن این امر خدا داد است





واقعات جن کی روایت بخاری میں جا بجا آتی ہے۔۔۔۔۔ عبد الملک ابن مروان حاکم وقت نے ایک مرتبہ ان کے حافظے کا امتحان اس طرح کیا کہ ان کو اپنے پاس بلوایا اور ملک عراق کے چار صوبوں کے دیہات و پرگنائے کا حساب جمع و خرچ کاخذ سے ان کے سامنے پڑھا اور چند دن کے بعد ان کو طلب کر کے اس جمع و خرچ کی تفصیل زبانی دریافت کی، مطابق رجسٹر کے ان کے حافظے میں تفصیل موجود تھی، سب سنادی۔۔۔۔۔ اس کے بعد امام ترمذی کے حافظے کا واقعہ سنایا۔۔۔۔۔ اسی ضمن میں کسی نے مولوی راشد بنگالی کا ذکر کیا کہ وہ اس قدر ملکہ رکھتے تھے کہ سب سے پہلے پڑھانے جاتے ہیں اور مسودہ بھی لکھتے جاتے ہیں، فرمایا کہ یہ بات کثرت مزاولت اور مشق سے تعلق رکھتی ہے، اگرچہ حافظہ اور ذہن بھی شرط ہے۔ پھر اسی ضمن میں ایک حیرت انگیز واقعہ اپنے بچپن کا سنایا۔۔۔۔۔ پھر فرمایا کہ شاہ محمد عاشق دہلوی جو کہ والد ماجد کے شاگرد اور خلیفہ اعظم تھے اور سہیل الرشاد وغیرہ کتب مصنف بھی تھے ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ ایک شاگرد کو بڑی محنت سے پڑھا ہے میں اور علین مشغولیت درس میں انکی نسبت باطنی انتہائی جوش پر ہے۔ ارشاد فرمایا۔۔۔۔۔ کہ میں جس زمانے میں دہلی کہنہ میں رہتا تھا۔۔۔۔۔ کو چہ انبیاء میں ایک سید کے گھر ایک پوربی باندی رہتی تھی جو بالکل جاہل تھی اور نہ سبزی بھی پابند نہ تھی۔ چونکہ وہ عمر رسیدہ ہو گئی تھی اور گھر کے تمام صاحبزادوں پر اپنا حق رکھتی تھی۔ اس لئے وہ لوگ اس کی بڑی خدمت اور دیکھ بھال کرتے

تھے جب اس کا آخری وقت ہوا تو وہ ایک آواز پوربی لہجے میں بلند کرتی تھی۔  
 جس کا مطلب مفہوم کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ حکماء و صلحاء کو بلا کر دریافت  
 کیا گیا، کچھ معلوم ہوا۔ آخر میرے چچا شاہ اہل اللہ کے بلانے کی نوبت آئی۔  
 وہ تشریف لے گئے انھوں نے معلوم کر لیا کہ اس کی زبان سے لا اِثْنَانِی۔ لَا تَحْزَنِ  
 (اے عورت مت خوف و غم میں غمگین ہو، نکل رہا ہے، چچا صاحب نے اس کے  
 تہا دروں سے فرمایا کہ اس سے دریافت کر دو کہ یہ الفاظ کس وجہ سے کہہ رہی  
 ہے۔ بڑی کوشش کے بعد اس نے جواب دیا کہ ایک جماعت (فرشتوں کی)  
 آئی ہوئی ہے اس کی زبان سے یہ الفاظ نکل رہے ہیں (جو میری زبان پر آگئے)،  
 پھر آپ نے دریافت کر لیا کہ تو ان الفاظ کا مطلب سمجھ رہی ہے؟ اس نے  
 کہا مجھے تو بس اتنا محسوس ہو رہا ہے کہ یہ جماعت مجھے تسلی دے رہی ہے۔ پھر  
 چچا صاحب نے فرمایا کہ اس سے دریافت کر دو کس عمل کی وجہ سے یہ تسلی دے رہی  
 ہے؟ اس نے کچھ دیر کے بعد کہا کہ یہ حضرات کہہ رہے ہیں کہ تیرے پاس اور اعمال خیر  
 تو نہیں ہیں البتہ تو ایک دن موت مگرا میں گھی لینے کے لئے بازاری تھی۔ جب  
 تو نے گھی لا کر گھر میں جوش دیا تو اس میں سے ایک روپیہ نکلا۔ اول تو نے چاہا کہ  
 اس روپے کو جس کے لئے پاس رکھ لے۔ اپنے کام میں لانے اس لئے کہ کسی  
 کو اس مال کی خبر نہ پھیلے پھر خیال کر کے کہ حق تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے تو نے وہ روپیہ دوکاندار کو لوٹا  
 دیا تیرا عمل اللہ کے یہاں پسند ہوا اسی کی وجہ سے تم تجھ کو بشارت دے رہے ہیں۔

ارشاد فرمایا۔ کہ اسی زمانہ اور اسی محلے کی بات ہو کہ وہاں ایک بزرگ تھے جب انکے انتقال کا وقت قریب آیا اور نزع کا عالم ہوا تو میں اپنے چچا صاحب کے ساتھ وہاں گیا وہ بزرگ تسبیح گردانی کے طور پر انگلیوں کو حرکت دے رہے تھے اور شوالوں کے شمار کے بعد جس طرح شمارے کو ایک خاص انداز میں کھینچا جاتا ہے وہ اتنی دیر کے بعد انگلیوں کو ایک خاص حرکت دیتے تھے۔ جب چچا صاحب نے تسبیح ہاتھ میں لے کر غور کیا تو ٹھیک شوالوں کے شمار کے بعد انگلیوں کی وہ خاص حرکت ہو رہی تھی دھمالا ٹکر نہ تو اس وقت ان بزرگ کے ہاتھ میں تسبیح تھی اور نہ شمار کا جوش تھا، اس وقت چچا صاحب نے فرمایا کہ اچھے کام کا محاورہ بھی کام میں آتا ہے (یعنی اچھے کام کی عادت ڈال لینا بھی اچھی بات ہے، ہشتن ہو جانے کے بعد فعل، بلا ارادہ بھی وقوع میں آجاتا ہے۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ اگرچہ حضرت والا کو گونا گوں امراض گھیرے ہوئے ہیں اور مجلس میں گفتگو بھی فرماتے رہتے ہیں اس کے باوجود اکثر اوقات حضرت کے برکات قلبیہ ہم کو محسوس ہوتے ہیں، بعد انکسار فرمایا کہ توجہ چار قسم کی ہوتی ہے۔ (۱) انوکاسی۔ یہ تمام طرق میں ہے۔ جب ایک قلب دوسرے قلب کے مقابل ہو تو اس کا اثر ہوتا ہی ہے جیسا کہ آئینہ جب کسی چیز کے مقابل ہو تو وہ چیز بے ارادہ اس میں جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ اس توجہ انوکاسی کے لئے فقط مرید کی صفائی قلب درکار ہے

(۲) القائی — جیسے ایک شے کی چیز دوسری شے میں اُٹھیں۔

اس میں قصد و ارادہ شرط ہے۔

(۳) جذبی — اس میں قلب طالب کو پہنچ کر اپنے قلب کے نیچے

رکھتے ہیں وہ اس ترکیب تدبیر سے متاثر ہو جاتا ہے جیسا کہ ایک خشک کھڑا ایک ترکیب کے نیچے آجائے تو ضرور تر ہو جاتا ہے۔

(۴) اتحادی — کہ مرشد کے اوصاف بھی مرید میں سرایت کر جاتے

ہیں حتیٰ کہ یہ توہم مرید کی صورت ظاہر ہو جیسا کہ اثر انداز ہو جاتی ہے یعنی مرید صورتاً بہت کچھ پیر و مرشد کے مشابہ ہو جاتا ہے۔

فرمایا — کہ بزرگ چار قسم کے ہیں۔

(۱) سالک مجذوب — کہ اول سلوک اختیار کیا بعد ازاں جذب

کی نوبت آئی یہ بہترین قسم ہے۔

(۲) مجذوب سالک — کہ پہلے ایک قسم کے جذب سے سرفراز

ہوئے بعد ازاں سلوک اختیار کیا۔

(۳) سالک محض — جو جذب سے مشرب نہیں ہوئے۔

(۴) مجذوب محض — جن کی عقل غلبہ نفسِ الحق کی بنا پر سلب ہو جاتی ہے

ایک مرید نے عرض کیا کہ سلوک و جذب کے کیا معنی ہیں؟

فرمایا — سلوک تو اجتہاد و اتکاف و کوشش و جدوجہد کا نام ہے اور

جذب معنایت خداوندی ہے جو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے چنانچہ ایک شاعر نے کہا ہے  
تا کہ از جانب معشوق بہشت شستے

کوشش عاشق بیچارہ بجائے زبرد  
یعنی جب تک محبوب حقیقی کی طرف سے کوشش نہ ہو بیچارے عاشق کی  
کوشش ناکام رہتی ہے،

ایک مرید نے — دریافت کیا تمام افعال خلاف شرع، راہ سلوک کو  
بند کرتے ہیں یا بعضے ارشاد فرمایا کہ بخندرتو خلاف شرع اعمال سے پیدا ہو جاتا ہے  
لیکن بعض اعمال ایسے ہیں کہ نسبت مع اللہ کا بیج بھی نہیں چھوڑتے۔

جیسے مکر، فریب، نخوت، تکبر، خود نمائی، طلب دنیا، طلب جاہ وغیرہ —  
اور بعض کہاں ایسے ہیں کہ اگر وہ بطور مذرت کے کھینچی گئی سرزد ہو جائیں تو بعد  
توبہ نسبت کو ختم نہیں کرتے — بعض وہ اعمال ہیں جن سے نسبت کی  
نورانیت قدرت نے ظلمت میں تبدیل ہو جاتی ہے جیسا کہ صنائر نے قصہ وارادہ —  
ارشاد فرمایا — کہ نیت کا بہت زیادہ اعتبار ہے نیت کا دخل ہر  
امر میں ہے اور سلوک میں تو خاص طور پر نیت کو دخل ہے۔

ارشاد فرمایا — ایک بزرگ تھے اسکا نام عہد تھا وہ بہت کم کھاتے پیتے  
تھے دہلی یہ خصوصیت تھی کہ وہ جس کسی کو دیکھتے زبردستی اصرار کے ساتھ اپنا مرید کرتے تھے  
بلکہ ایک ایک دن میں ایک شخص کو دو درجہ مرید کرتے تھے لوگ اُن سے تنگ آگئے اور انکو دیکھ کر

بھاگنے لگے۔ کسی نے ان بزرگ سے اس شوقِ جمعیت کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت علیؓ کو مہاشد و جہ سے فرمایا تھا کہ ”اے علیؓ!  
ہمارے ذریعے اگر ایک شخص بھی ہدایت پا جائے تو سرنخ اوٹوں سے بہتے ہوئے اسکی وجہ سے  
میں لوگوں کو مرید کرتا ہوں کسی کے راہ راست پر آجانے سے مجھے اجڑل جائے۔“

فرمایا۔۔۔ کہ برہان الدین ابوالخیر بلخیؒ پچھن کے زمانے میں اپنے باپ  
کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں برہان الدین مریضیاتی صاحب ہدیہ کا گزربوا۔  
صاحب ہدیہ نے برہان الدین بلخیؒ کو خوب غور سے دیکھا اور فرمایا کہ میرا خدا مجھ سے  
کہلا رہا ہے کمر بچہ بڑا ہو کر اپنے کمالات کے باعث، مزج خلعتی ہو گا، باپ نے  
جو ساتھ تھے آئین لپی چنچا لیا ہی ہوا۔ یہی برہان الدین بلخیؒ ایک شعر میں فرماتے ہیں۔  
گر کرت عام شد رفت ز برہان غالب و تحمل کار شد کہ چہا دید نیست

یعنی اے اللہ اگر تیرا لطف و کرم شامل ہو گیا تو مجھ برہان الدین سے عذاب  
دور ہو جائے گا اور اگر میرے اعمال کے مطابق کاروائی ہوئی تو یہ معلوم مجھے کیا کیا  
مسیبتیں دیکھنی اور جھیلنی پڑ جائیں۔

فرمایا۔۔۔ کہ ہر دین مذہب میں احوالِ خمسہ کی حفاظت و رعایت ضروری سمجھی

گئی ہے حفظ عقل، حفظ نفس، حفظ دین، حفظ نسب، حفظ مال۔

ایک سائل کے جواب میں فرمایا کہ اگر کوئی خواب میں ڈرتا ہے تو اُس کو یا شدید بہت زیادہ۔

پڑھنا چاہیے۔

فرمایا۔ کہ خاتواہ، خان گاہ کا معرب ہے یعنی بادشاہوں کی جگہ۔  
ایک شخص کے سوال کرنے پر فرمایا: میرے بھوکے محتاج کو کھانا کھلانا چاہیے خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔  
فرمایا۔ کہ حضرت نظام الدین اولیا، کے عہد میں تین ضیاء تھے۔ ایک ضیاء الدین  
سنائی جو حضرت کے مشرک و مخالف تھے، دوسرے ضیاء الدین بخشی بدایونی جو معتقد تھے اور نہ  
مشرک تھے تیسرے ضیاء الدین بنی دہلہ شہری صاحب تائیک ہندیہ حضرت کے مرید تھے۔  
ارشاد فرمایا۔ کہ عزیز و اقارب، اکثر معتقد نہیں ہوتے  
ہیں اور بعض اہم عصر لوگ بھی خواہ مخواہ نفرت و عداوت کا اظہار کیا کرتے ہیں  
اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہر قسم کے رلاں طواں اعمال اپنی نظروں سے دیکھتے  
رہتے ہیں اور ان سے ہر قسم کا معاملہ بڑھتا رہتا ہے۔ پس وہ اسی بنا پر ناخوش  
ہو بھایا کرتے ہیں۔ کہا گیا ہے۔ العاصۃ اصل للنافۃ۔ یعنی ہمہری منافست کی جڑ ہے۔  
ارشاد فرمایا۔ کہ میرے نزدیک ایک عاقبت اگر دو چار جگہ  
تراویح پڑھے تو سب ادائیگی ٹنٹ ہو جائے گی۔ چنانچہ میرا بچہ (نواسہ)  
یہاں محمد یعقوب ایسا ہی کرتا ہے۔ وہ ہر رات ایک پارہ اندر سے میں تراویح  
کے اندر سناتا ہے پھر گھر جا کر وہی ایک پارہ جماعت سے پڑھتا ہے اس طرح  
وہ رمضان میں دو قرآن ایک دو دن کے فرق سے ختم کر لیتا ہے۔  
ارشاد فرمایا۔ کہ میں نے بارہ گھنٹے سے کچھ کھایا نہیں ذرا  
سر وغیرہ لاحق ہے اور ضعف بہت ہے (یہ تو میرا حال ہے اور بہت سی عورتیں

گھر میں آئی ہوئی بیٹھی ہیں اب رہ مجھ سے ذکر سے متعلق نیز فقہی مسائل کی بابت بہت سے سوالات کریں گی۔

حاضرین مجلس میں سے ایک نے عرض کیا کہ حضرت اعمورتیں بہت خوش عقیدہ اور بااخلاص ہوتی ہیں فرمایا ہاں۔ اسی بنا پر تو حضرت سفیان ثوری کا قول ہے عَلَيكُمْ زِينَةُ الْحَائِثِ۔ (تم بوڑھی عورتوں کے طریقے کو لازم پکڑو) یعنی جس طرح وہ اپنے معاملات میں پختہ ہوتی ہیں تم بھی اسی طرح اپنے اندر دینی پختگی پیدا کرو۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ یہ جو ہوتا ہے کبھی کسی سے طریقہ چندیہ میں مشائخ بیعت ہوتے ہیں پھر اسی بزرگ سے یا کسی دوسرے بزرگ سے قادر فیختندہ میں بیعت ہو جاتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ اول جس طریقے میں بیعت ہو اس کا سلوک طے کرے چاہے اس میں کمی رہ جائے اور مکمل نہ ہو سکے۔ پھر بعد کو دوسری جگہ دوسرے طریقے میں اخذ فیض کرے تو مضائقہ نہیں ہے۔ طریقہ اول کا سلوک طے کئے بغیر دوسری جگہ بیعت جائز تو ہے لیکن بیعت کو بازرعہ اطفال بنائے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں ملک دکن سے اس عرض سے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کی زبان مبارک سے رہنمائی حاصل کروں اور مستفید ہوں۔

ارشاد فرمایا کہ بعد نماز صبح لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِينُ پڑھا کرو ظاہر و باطن کا فائدہ محسوس کرو گے۔



فرمایا۔۔۔۔۔ تمام سلسلے اچھے ہیں اور ہر ایک سلسلے والا اپنے  
سلسلے پر ناز کرتا ہے۔ اور سب نے ہی آداب و قواعد سلوک بیان کئے ہیں۔  
لیکن بزرگانِ نقشبند نے قواعد سلوک کو خوب درست کیا ہے۔ تشبیہ کے طور  
پر دیوں سمجھو جیسے انگریزوں کی جنگ کہ وہ پوری تیاری اور بندوبست  
کے ساتھ میدانِ جنگ میں آتے ہیں۔ مولانا جامی نے نقشبندی سلسلے کے ابتدائی دور  
میں جب کاس سلسلے پر اعتراضات ہوتے تھے ایک غزل کہی ہے اس کا ایک شعر یہ ہے۔

نقشبندی عجب قافلہ سالارند کہ برند از رہ نہاں بحسب مقلد  
(ایک لطیفہ) ارشاد فرمایا۔۔۔۔۔ کہ ایک شخص جو نقشبندی سلسلے سے  
تعلق رکھتے تھے۔ سماع سنتے تھے اور وجد کرتے تھے لوگوں نے ان سے کہا کہ تم  
تو نقشبندی ہو یہ وجد و سماع کہاں سے آگیا انھوں نے جواب دیا کہ میری سسرال  
والے چشتی ہیں، وجد و سماع چشتی میں آیا ہے۔

فرمایا۔۔۔۔۔ کون طبابت بھی ہمارے خاندان کا معمول تھا  
دادا صاحب (شاہ عبدالرحیم) اور چچا صاحب (شاہ اہل اللہ) مطب کرتے  
تھے۔ والد ماجد (شاہ ولی اللہ) نے اس مشغلے کو موقوف کر دیا مگر میں کتب طب  
کو پڑھتا ہوں پہلے ایسا ہوتا تھا کہ شرح داؤد انطاکی وغیرہ بعض کتب  
میں شہر دہلی کے اطباء کو اشکال پیدا ہوتا تھا تو وہ مجھ سے تحقیق کریا کرتے تھے،  
اب تو کتاب (دانی) موقوف ہو گئی اس لئے کوئی تحقیق کرنے نہیں آتا، اب

اس امر سے بھی نجات مل گئی (کہ کتب طب کے مشکل مقامات حل کروں)۔  
 فرمایا ————— کہ ہندو سیکڑوں کی تعداد میں بندے کے ہاتھ پر مسلمان  
 ہوئے ہیں۔

ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا ان قصبات و قریات کے (جاہل) لوگوں  
 کا یہی نام ہے مسلمانوں کا جن کا کلمہ و کلام بھی درست نہیں۔ ذبیحہ درست  
 اور جائز ہے۔ فرمایا اگر ضروریات دین کا انکار نہیں کرتے تو انکا ذبیحہ  
 جائز ہوگا۔

فرمایا ————— پسر محمد علی خاں (فاروقی) ارکائی نے ترجمہ  
 تحفہ اشعرہ عربی زبان میں مولوی اعلیٰ (مدراسی) سے کرا کے ملک عرب میں بھیجا  
 میرے پاس بھی ایک نسخہ بھیجنے کا قصد تھا مگر وہ بھیج نہ سکے۔  
 فرمایا ————— کہ تحفہ اشعرہ عربی کی تالیف تصنیف ایک شخص نے کی ہے  
 تحفہ را ایک فنہاں کہ درو سوئے ہر معرفت سرخ آمد

---

اے گویا سوسلحہ ہر دوئی کے فاروقی خاندان نے مدراس میں اپنی حکومت قائم کی تھی محمد علی خاں  
 مانا اس حکومت کے بانی ہیں مولانا محمد ابراہیم فاروقی گویا مولوی ایم۔ اے علیگ جواہر زوہر میں  
 غور فرماتے ہیں۔ "تحفہ اشعرہ عربی" نے کافی شہرت حاصل کی جس کا عربی میں بھی ترجمہ ہوا تھا جس کو نواب  
 الامامی مولوی مدراس کے صاحبزادے اور جانشین نواب محمد الامامی مولانا جواد علی نے دیباچہ و غرض افزہ

سوئے لفظ و معاشیہ سنگر  
ہست دریا کہ در ایاغ آمد  
بسکہ نور بہایت است و یقین  
سال تصنیف او چہ راغ آمد

س ۱۲۰

بہ سبیل تذکرہ فرمایا کہ ایک شاعر نے (بندے کے متعلق) یوں کہا ہے  
جامع علم و عمل، شیخ الوریٰ عبد العزیز  
آنکھ او اندر جوانی کار پیراں می کشد  
بسکہ استعداد، دارد از سماں معنوی  
بجز موانع است چوں تفسیر قرآن می کشد

د مٹوگہ شہر کا بقعہ حاشیہ، عرب مالک کے لئے کرایا تھا یہ معلوم ہو سکا کہ وہ ترمذی طبع ہو یا نہیں ص ۹  
۲۔ مولوی اسکی عداسی کا نام محمد مسجد ہے نہایت فاضل تھے۔ ملک العلماء مدراس کے ارشد تلامذہ  
میں سے تھے۔ شہر میں انتقال ہوا۔ مزار مذکورہ علماء مسجد مطبوعہ کراچی ص ۱۱

۳۔ ان تینوں شعروں کا مفہوم و مطلب یہ ہے۔۔۔ تفسیر شریفہ کو صرف ایسی فن کی کتاب سمجھیں  
ہر علم و معرفت کی نہ مثال موجود ہے۔ اس کے الفاظ و معانی پر نگاہ کرو۔ ایسا معلوم ہو کہ یہ گویا کون سے ہیں  
دیا کو بند کر، بلکہ یہ چونکہ یہ کتاب نور بہایت و یقین ہے اس لئے نابینا تصنیف لفظ چرخ سے نکلتا ہے  
۴۔ (ترجمہ) جامع علم و عمل شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ جو جوانی کے اندر طر بہیدہ علم و کلام انجام دے رہے ہیں  
چونکہ وہ کتاب معنوی سے استعداد کرتے ہیں اسلئے تفسیر قرآن کریم وقت نہایتیں مدنیہ والا سمجھ معلوم ہوتے ہیں  
(اس قطعہ سے معلوم ہوا کہ آپ نے تفسیر فتح العزیز جوانی کے زمانے میں لکھی ہے)

ایک شخص نے سوال کیا کہ قدم شریف کے نقش کی اصل احادیث نبویؐ میں آئی ہے ؟

جواباً ارشاد فرمایا کہ سوائے جلال الدین سیوطیؒ کے تمام محدثین اسکو صحیح نہیں جانتے میں نے بھی اس کی سند ہر چند تلاش کی نہیں پائی۔

فرمایا ————— کو زیارت قبر کے بارے میں بہت سی ایسی بدعات رائج ہو گئی ہیں جن کو فقہاء منع کرتے ہیں —

فرمایا ————— ہر جانور کا بچہ جلد دوڑنے لگتا ہے اور آدمی کا بچہ بعد دو سال کے چلتا ہے اور وہ بھی ضعف اور استسگی کے ساتھ۔ اس کا سبب یہ ہے کہ آدمی کا سر اس کے قد کے تناسب سے بڑا ہوتا ہے برخلاف دوسرے حیوانات کے کہ ان کا سر ان کے قد و قامت کے لحاظ سے چھوٹا ہوتا ہے آدمی کو یہ بڑا سر اس لئے دیا گیا ہے کہ اس میں قوت فکر زیادہ چاہیے تاکہ جمیع امور ات کو انجام دے سکے۔

دوسری بات کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ایک بات یہ بھی غور کرنے کی ہے کہ اگر کوئی چیز داہنے ہاتھ پر رکھی جائے تو بوجھل معلوم ہوتی ہے۔ برخلاف بائیں ہاتھ کے کہ اسی وزن کی چیز اس پر رکھی معلوم ہوتی ہے۔ آخر اس کا کیا سبب ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ داہنا ہاتھ بہت سے کام انجام دیتا ہے اس پر ایک چیز رکھ کر اس کو گویا مقید کر دیا گیا ہاں ہاتھ زیادہ تر بیکار و معطل رہتا ہے اسلئے وہ چیز اس کو گراں نہیں

معلوم ہوتی

ارشاد فرمایا کہ — بعض امور تجربے کے بعد معلوم ہوتے ہیں ، مثلاً یہ کہ مطالعہ کتب (عربیہ) وہ شخص اچھی طرح کر سکتا ہے جس کو علم نحو خوب یاد ہو ، اور مناظرے میں وہ غالب رہتا ہے جو اصول نحو خوب یاد رکھتا ہو اور گھر میں تنہا بیٹھ کر فکر وہ اچھی طرح کر سکتا ہے جو منطق میں ماہر ہو —

فرمایا کہ — پختہ عالم وہ ہے جس کی چار چیزیں پختہ ہوں۔ مطالعہ ، درس ، تحریر و تقریر ، مناظرہ —

ارشاد فرمایا کہ — ہر علم کے درس کا طریقہ ہمارے یہاں جداگانہ ہے اس کو تفصیل سے بیان کر کے فرمایا کہ درس تصوف میں میرا طریقہ یہ ہے کہ اول لواحق جامی بجائے میزان الصرف کے۔ بعدہ لہجات اور شرح لہجات اس کے بعد درۃ فاخرہ ، تصنیف صدر الدین قنوی شاکر دیشی محمدی الدین بن عربی بعدہ نصوح پھر فتوح الغیب —

ارشاد فرمایا کہ — حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں چٹا بری عادتیں اپنے اندر رکھتا ہوں اگر آپ فرمائیں تو ان میں سے ایک کو چھوڑ دوں چاروں کا چھوڑنا مشکل ہے۔ دریافت فرمایا وہ کون کون سی بری عادتیں ہیں۔ عرض کیا چوری ، زنا ، دواغ گوئی اور شراب ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (چوری وغیرہ کی)

سزاؤں کا حال تجھ کو معلوم ہے اس نے عرض کیا جی ہاں معلوم ہے فرمایا کہ بس جھوٹ چھوڑ دے، اس نے قبول کیا پھر جب کسی حرکت کا ارادہ کرتا تھا وہ جھوٹ دہونے کا اقرار اور فعل بد کی سزا کو یاد کرتا تھا اور باز رہتا تھا پھر اس نے کہا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہر چار طرف سے مقتد کر دیا۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ کیا رسمی طور پر مرید ہونا بھی خالی از فائدہ نہیں؟ ارشاد فرمایا کہ ہاں تجربہ ہے کہ مرید رسمی بھی پیران طریق کی توجہات کیساتھ مخصوص ہو جاتا ہے۔

ایک بزرگ سمرقند کی جانب سفر کرنے کا ارادہ رکھتے تھے ان سے فرمایا کہ سفر میں یا حفیظ نو سو اٹھانویس بار اور سورہ لایلاف بے تعین کثرت پڑھتے رہنا۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ انزال کتب اور ارسال انبیاء سے مقصود بالذات دبا اصل وصول الی اللہ ہے یا احکام ظاہر کا بجالانا۔ ارشاد فرمایا کہ تم نے میرے درس میں سنا ہوگا کہ اسلام، ایمان اور احسان کی حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمائی ہے اس کے پیش نظر مقصود اصلی یقیناً احسان ہے۔ جس طرح اسلام بے ایمان معتبر نہیں، نزد امام غزالی، ایمان بے احسان معتبر نہیں ہے۔ عمر با نجات فقط ایمان سے بھی ہو جائے گی پھر فرمایا کہ بے احسان کے عبادت جلد بے روح کی طرح ہیں پھر فرمایا کہ اسلام، ایمان اور احسان ان تینوں میں سے ہر ایک کا ایک خاصہ نتیجہ ہے جو اسلام لایا یعنی انبیاء ظاہر رکھتا ہے۔

اس کا مال اور اس کی حرمت سلطان اور طاعن سے محفوظ ہو گئی اور جو ایمان سے ملا ہوا اسلام رکھتا ہے نجات اس کے حصے میں آگئی اور جو مرتد احسان پر پیونچ گیا، قرب الہی اس کو حاصل ہو گیا۔ گویا کہ احسان، کمال مرتبہ ایمان ہے۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ نوشتہ غزالی سب صحیح و درست ہے؟ فرمایا ہاں۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ۔۔۔۔۔ امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ عوام کو جو عقیدہ سکھایا جاتا ہے وہ عقیدہ باطن کا پوست ہے۔ اور یہ بھی اکھنوں نے فرمایا ہے کہ وہ "قرار گاہ جو بطن مراد عوام، بہشت ہے خواص اس سے درگاہ الہی مراد لیتے ہیں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ امام غزالیؒ بہشت ظاہر کا ابطال و انکار کر رہے ہیں جو ابا ارشاد فرمایا کہ نہیں امام غزالیؒ کا یہ مطلب نہیں ہے، انکا مقصد یہ ہے کہ خواص کا نصب العین اور سطح نظر اونچا ہوتا ہے۔ امام غزالیؒ نے خود عبادات کے سلسلے میں ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ بعض بندے مثل ان ظلاموں کے ہیں جو محض آقا کے زود کو بے سنے پھنے کے لئے غلامی اور اطاعت کرتے ہیں۔ یہ مثال اس کی ہے جو صورت مسلم کہلانے کا مستحق ہے، اور کچھ لوگ ان نوکردن کی طرح ہیں جو بامید خلعت اور بامید اضافہ تنخواہ اطاعت کرتے ہیں۔ یہ مثال اس مومن کی ہے جو بہشت کا امیدوار ہے، اور ایک گروہ عشان کا ہے جو تھیں تھامندی باری تعالیٰ حاصل کرنے کے لئے اطاعت کرتا ہے۔ امید اور خوف سے قطع نظر کر کے۔

اسی اشار میں ایک مُرید نے عرض کیا کہ میں نے ایک قابل شخص سے دریافت کیا تھا کہ مقصود اہل کیا ہے؟، اول تو انھوں نے یہ جواب دیا کہ مقصود اہل ربی ہے اور یہی اہل فضل ہے، پھر انھوں نے کہا کہ بھیجا کہ مقصود اور اہل فضل، اعمال ظاہر ہیں کیونکہ بعثت انبیاء علیہم السلام اسی غرض سے ہوئی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید اس پر ناظر ہے۔۔۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔ نہیں۔ بلکہ اہل اعمال رُوح ہیں۔ جس طرح قلب رُوح کو قالب جسم پر فضیلت ہے اسی طرح اعمال قلب رُوح کو اعمال ظاہر پر فضیلت ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور ظاہری اعمال پر نظر نہیں رکھتا بلکہ وہ تمہارے قلوب اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے۔"

ارشاد فرمایا کہ۔۔۔ عین لطافت کو حکما بھی مانتے ہیں۔

(۱)۔۔۔ لطیف نفس۔ اس کو طبیعت کہتے ہیں۔ چیزوں کا اچھا لگنا، مثلاً طعام، سبزہ، خوشبو اور خوش رُوح وغیرہ کا اچھا لگنا اسی نفس کی تعلیق رکھتا ہے۔ اس کے متعلق و دقائق وہ لوگ اچھی طرح سمجھتے ہیں جو امارت و ریاست کے خاندان میں پلے بڑھے ہیں۔

(۲)۔۔۔ لطیف عقل۔ علم و فہم کا تعلق اسی سے جو، اکثر یہ لطیف علماء ہیں قوت کے ساتھ ہوتا ہے۔

(۳)۔۔۔ لطیف قلب۔ یہ لطیف فقراء میں اکثر موجود ہوتا ہے کیفیات



متاثر ہونا اور ان کیفیات کو سمجھنا اسی سے متعلق ہے۔  
 لوگ کہا کرتے ہیں کہ فلاں چیز ہم کو اچھی لگتی، حالانکہ یہ طبیعت کا خاصہ ہے  
 (طبیعت کو اچھی لگتی) یا کہتے ہیں کہ میں ایسا جانتا ہوں یا سمجھتا ہوں، حالانکہ یہ عقل  
 کا کام ہے (عقل نے جانا یا سمجھا) یا کہا جاتا ہے کہ کیفیت غم و سرور سے متاثر ہوا  
 حالانکہ یہ کار قلب ہے (قلب کیفیت سے متاثر ہوا کرتا ہے) ان تینوں لطائف  
 میں ذکاوت و بلاغت (یعنی عدم ذکاوت) بھی پائی جاتی ہے۔ حکماء اس کو بھی جانتے  
 ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ سید احمد رائے بریلوی، بہت ذکی القلب  
 ہیں اور غالباً جامع سے مخاطب ہو کر فرمایا، تم بھی ذکی القلب معلوم ہوتے ہو۔  
 ارشاد فرمایا۔ ایک فاضل، جو اکابر علماء میں سے تھے (دہلی)  
 آئے تھے، اُن سے میں نے تحقیق تو ریت، بلسان عبرانی کی تھی۔ پھر شاہ صاحب نے  
 تو ریت کی چند آیات پڑھیں اور ان کا ترجمہ بھی کیا اور فرمایا کہ یہ آیات بلاشبہ کلام  
 خدا ہیں ان میں بلاغت محسوس ہو رہی ہے۔

پھر فرمایا کہ لسان زبور و انجیل ایک تھی۔ نیز فرمایا کہ عربی و عبرانی میں

علم بیان و ریشی میں ان فاضل کلام تافین اللہ فرمایا گیا ہے، نیز یہ بھی اسی بیان سے معلوم ہوا کہ  
 انجیل کے تھے بیان میں خود شاہ صاحب کی ایک غریب و عجیب تو ریت کی بعض آیات اور کچھ متعجب و راز میں  
 مضمون تائید جرات تو ریت بہت غلط تھی ہے۔ تمام بیان میں کہ موقع پر شاہ صاحب کی یہ تقریر بھی پیش کی جائیگی۔

فرق ایسا ہے جیسا کہ ہندی اور بنگالی زبان میں — نیز فرمایا کہ ہر چہ  
 انیل جو نصاریٰ کے پاس موجود ہیں وہ کلام خدا نہیں ہیں، بلکہ یا ران حضرت  
 عیسیٰؑ (حواریین) نے بطور خود ان کو لکھا ہے — کلام خدا ان کے پاس سے گم  
 ہو گیا ہے —

اسی وقت ذکر حافظ شیرازیؒ چھڑ گیا جو تیمور لنگ کے ہم عصر تھے اور شیخ  
 سعدی شیرازیؒ سے ڈیڑھ سو سال بعد ہوئے تھے — فرمایا کہ جب تیمور نے  
 شاہ شجاع کو قتل کر دیا تھا تو حافظ شیرازیؒ کو بلایا اور ان سے دریافت کیا کہ تم قند  
 و بخارا جو ہمارا وطن ہے آپ نے ان دونوں شہروں کو (اس بیدردی کیساتھ)  
 کس طرح بخش دیا؟ حافظ شیرازیؒ نے جواب دیا کہ ہم اسی سخاوت کی وجہ سے تو  
 فقیر ہو گئے۔

نواب نواز شمس علی خاں صاحب نے سزائی روزے کے متعلق دریافت  
 کیا، ارشاد فرمایا کہ حدیث میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے — نیز فرمایا کہ  
 ہر ماہ کے تین روزے سنت ہیں شروع پہینے کے تین دنوں کو خُز کہتے ہیں اور  
 آخر ماہ کے تین دنوں کو سُر کہتے ہیں، اور درمیانی ایام (۱۲، ۱۴، ۱۵) کو ایام

۱۔ حافظ شیرازیؒ کا ایک شعر ہے۔

اگر ان تک شیرازی بدست آبدلارا    بخال بند و شغلم سرتقد و بخارا  
 اسی شعر کے متعلق تیمور نے سوال کیا تھا

بعض کہتے ہیں۔ ذکرِ آیامِ مہینہ حدیث میں بہت آیا ہے اور ذکرِ غرر و سرر بھی آیا ہے۔

ایک مُری نے دریافت کیا کہ حضرت عائشہؓ یا فاطمہؓ نے کبھی عورتوں کی امامت کی ہے فرمایا، نہیں۔ بلکہ یہی وجہ کہ امتِ امامتِ نسا کی جو دکان جیسی تھی مابِ خواتین نے کبھی عورتوں کی امامت نہیں کی، مگر عہدِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسا ضرور ہوتا تھا کہ اگر کسی کو مسجد میں نماز باجماعت نہیں ملتی تھی تو وہ شخص اپنے گھر آکر اپنے اہل و عیال کے ہمراہ نماز باجماعت ادا کر لیتا تھا۔ عذرا تذکرہ فرمایا کہ میں اپنے بچپن کے زمانے میں قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد دو سہرا رہا تھا ایک دن سورہ طہ کی آیت سَبِّحْ لِلّٰہِ بِحَمْدِہٖ اَوَّلَیّۃً وَّ اٰخِرَیّۃً اور اس کا مردہ جو ایک شیر کو رمل کے زور سے مسخر کر کے تماشہ دکھاتے ہوئے انعام کی طلب میں گھروں پر گھوم رہے تھے ہمارے مکان پر بھی آگئے۔ عورتِ شیر کو ہمارے گھر کے اندر لے آئی (میں سورہ طہ کے مقام مذکور کو پڑھ رہا تھا) بھڑکی دیر میں اس عورت نے کہا کہ اس

لے قابلاً جامع موقوفات کو یا خود شاہ صاحب کو یہاں پہنچو گیا اِنَّ اللّٰہَ سَبِّحْ لِلّٰہِ کا لفظ سورہ یونس میں وارد ہوا ہے۔ فرعون کے جادو گروں نے حضرت موسیٰ کے سامنے جب جادو کے زور سے کڑیوں اور ڈنڈوں کو سناپ بنا دیا تو حضرت موسیٰ نے فرمایا تھا کہ یہ صرف جادو ہے اللہ کے حکم سے یہ بھی ختم ہوگا۔ موقوفات میں قرآن کے اس لفظ کی تاثر کا تذکرہ ہے۔ ”مرتب“



فرمایا کہ \_\_\_\_\_ خارجیوں کا تسلط کبھی کسی ملک میں نہیں ہوا  
 عمان اور سقط وغیرہ مقامات میں رہتے ہیں \_\_\_\_\_ میں نے کسی خارجی کو  
 نہیں دیکھا \_\_\_\_\_ مگر نابھی دیکھے ہیں \_\_\_\_\_

فرمایا کہ \_\_\_\_\_ بعض روہیلے ایسے ہیں کہ ان کے سامنے  
 فقط ذکر حضرت علیؑ کیا جائے تو ناراض ہوتے ہیں۔ چنانچہ حافظ آفتاب جہمیشہ  
 میرے درس میں حاضر ہوا کرتے تھے ایک دن حضرت علیؑ کا ذکر تھا۔ ہم سبوں  
 کی عادت ہو کر جو صحابی بھی سامنے آئے ہم اس کے مناقب بیان و دل بیان کرتے  
 ہیں، میں نے بھی حضرت علیؑ کے مناقب خوب بیان کئے اس پر وہ ناراض ہو گئے  
 اور مجھے سنی سمجھ کر میرے درس میں آنا چھوڑ دیا۔ \_\_\_\_\_ ایک واقعہ حضرت  
 والد ماجد کے ساتھ بھی ایسا ہی گزرا ہے۔ ایک شخص نے شفیقہ کے بارے میں  
 والد صاحب سے سوال کیا حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں حنفیہ کا جواب  
 دیا کہ اس کو بیان فرما دیا جب مکرر دریافت کیا تو پھر وہی جواب دیا۔ میں نے  
 خود اپنے کانوں سے سنا کہ وہ شخص محفل سے باہر نکل کر یہ کہہ رہا تھا کہ شفیقہ ہیں۔  
 ایک مرید نے عرض کیا کہ کیا مرغ وغیرہ تمام جانوروں کے لٹانے کا ایک  
 ہی حکم ہے؟

فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو آپس میں بھڑکانے اور  
 لڑانے کی ممانعت فرمائی ہے خواہ وہ وحشی جانور ہوں یا پرندے ہوں۔ البتہ



پھر اس شعر کے معنی بطور تصوف بیان فرمائے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ایک  
سے مراد سلوک ہے اور ایسا مقام مراد ہے کہ جہاں پہنچ کر اس عالم سے سخر  
ہو جائیں۔

ایک شخص نے دریافت کیا کہ کیا گنہگار اور چوسر شطرنج کی طرح حرام ہیں؟۔  
ارشاد فرمایا کہ گنہگار اور چوسر میں شطرنج سے بھی زیادہ حرمت ہے۔ اسلئے  
کو بعض ائمہ نے شرائط کے ساتھ شطرنج تو مباح بھی کیا ہے۔ پھر فرمایا  
کہ جامع صیغہ میں شطرنج کے کھیلنے اور دیکھنے والے پر لعنت کی حدیث بھی ہے لیکن وہ  
بہت ضعیف ہے۔

ارشاد فرمایا کہ۔۔۔ حضرت علیؑ کے امیر صاحبزادے تھے۔ پانچ  
صاحبزادے حضرت حسینؑ کے ہمراہ شہید ہوئے اور حضرت حسنؑ کے نو صاحبزادے  
تھے جن میں قاسم الاولاد تھے دوسرے صاحبزادوں میں سے اکثر کی اولاد کا سلسلہ  
ابٹکٹ باقی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ۔۔۔ حضرت ابو حنیفہؒ حضرت جعفر صادقؑ سے اکثر  
اور حضرت محمد باقرؑ اور حضرت زین العابدینؑ سے کثر روایت کرتے ہیں اور زید شہیدؑ  
سے بھی بہت روایت کرتے ہیں۔۔۔ اُن کے شاگرد بہت ہیں جیسے۔ فضل بن  
عیاضؒ اور عبد اللہ بن مبارکؒ وغیرہما اور ان کا مذہب، اہل ہے پھر حضرت  
ابو حنیفہؒ کے تقویٰ اور کرامت کے واقعات بیان فرمائے۔

ایک مُرید نے عرض کیا کہ کیا بیعت نیا بڑہ بھی درست ہے؟ ارشاد فرمایا۔  
 ہاں حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ بہت سی عورتوں نے قصد بیعت کیا۔  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرصت نہ تھی حضرت عمرؓ کو بھیجا تاکہ نیا بڑہ بیعت لیں۔  
 ایک مُرید نے دریافت کیا کہ حضرت شاہ خجہؒ کو حق چاہیگدہ کی قبر کہاں ہے؟  
 ارشاد فرمایا کہ فرید آباد (علاقہ دہلی) کے قریب غرب کی جانب بہتہ ایک  
 مقام ہے وہاں ان کی قبر ہے۔

ایک مُرید نے تانبے اور پتلے کے برتنوں کا مسئلہ معلوم کیا۔ فرمایا  
 ان کا استعمال درست ہے لیکن تانبے کے برتن پر احتیاط و حفاظت کی غرض سے  
 قلعی کرالینا چاہیے تاکہ کھانا خراب نہ ہو قلعی نہ ہونے کی صورت میں کراہت ہے  
 پتلے کے برتن پر اگر قلعی نہ ہو تو شاہیت ہنود کی وجہ سے مکروہ و خلافِ ادنیٰ  
 قرار دیا ہے خصوصاً پتلے کی تھالی اور لٹیا کہ ایک قوم کے ساتھ مخصوص ہیں۔  
 راہِ راستی وجہ سے مکروہ ہیں، برخلاف مسلی، کٹورے کے کہ مسقوت کے ہاتھ میں ہوتے  
 ہیں بنا بریں کسی خاص قوم کے ساتھ اسکی تخصیص نہیں رہی پتلے کی پچی اور لوٹے کے  
 استعمال میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

ایک مُرید نے عرض کیا، کیا ایک حنفی، امام شافعی یا کسی اور امام کے موافق



مل کر سکتا ہے۔ فرمایا ہاں ضرورت کے وقت کسی دوسرے امام کے مذہب پر  
مل کر سکتا ہے۔ میں نے ایک استفتاء کے جواب میں اس مسئلے کو مفصل لکھا ہے۔  
فرمایا کہ۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے اسلاف کی عمروں میں اور ان کے  
وقات میں بڑی برکت دی تھی۔ چنانچہ علامہ جمال الدین سیوطی مصری  
نافعی جو کہ صاحب تصانیف کثیرہ تھے ان کے اوقات کا حساب لگایا گیا ہے  
تقریباً ۱۵ سال نکالنے کے بعد کہ وہ ان کے بچپن کا اور تحصیل علوم کا زمانہ ہے روزانہ  
۲۰ ورق ان کی تصنیفات کے بیٹھے ہیں۔ کب حج بیت اللہ کیا ہوگا اور  
ب درس علوم اور تدریس وغیرہ کا مشغلہ رکھا ہوگا؟  
فرمایا کہ۔۔۔۔۔ رسالہ عزیز شاہ عبدالعزیز شکر بار دہلوی

شیخ عبدالعزیز بن صالح طاہر بریاں قاضی خاں کے غلیظ اور متاخرین مشائخ چختہ میں مشہور شخصیت  
۔ شریعت، طہارت اور حقیقت کے عالم تھے شروع ہی سے عبادت و ریاضت میں مشغول رہے یہاں تک  
رتبہ شیعیت کو پہنچے۔ ہمتا رہے کے پابند اوقات تھے۔ اپنے زمانے میں، تواضع، علم، صبر و رضا  
بیم و شفقت، برائی اور رعایت فقراء کے اندر اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ غرض کہ یادگار مشائخ کچشت  
ہے اور آپ کے وجود مبارک کے ذریعے دہلی میں مسند ارشاد و شیعیت قائم رہا ۱۱۹۷ھ میں جو پور میں  
پکی ولادت ہوئی ڈیڑھ سال کے تھے کہ اپنے والد ماجد شیخ حسن طاہر کے ساتھ جو پور سے دہلی آ گئے  
جمادی الاخریٰ ۱۱۹۷ھ کو وفات پائی و انجاء الامتار

کی تصنیف ہے بڑا اچھا رسالہ ہے۔ رسالہ عینہ بھی بیان وحدت وجود میں انھیں  
کار رسالہ ہے اور خوب ہے۔ ان کے علاوہ انکی دوسری تصنیفات، آداب  
السلوک وغیرہ بھی ہیں اور سب اچھی ہیں۔

فرمایا کہ کتاب مفتاح الفیض شیخ حسن طاہر کی تصنیف  
ہے انھوں نے سلوک میں یہ بڑی اچھی کتاب تحریر فرمائی ہے۔

فرمایا کہ وہ علوم جن کا میں نے مطالعہ کیا ہے اور اپنی  
بسامت کے مطابق ان کو یاد بھی رکھا ہوں۔ ڈیڑھ سو علوم ہیں۔

ایک عالم نے عرض کیا کہ (عام طور پر) ہم علوم بتاتے جاتے ہیں۔ فرمایا  
تفصیل علم کے اعتبار سے ہیں۔ (نہ کہ مطالعہ کے اعتبار سے)

ایک شخص نے عرض کیا کہ ایک روز ذکر تھا کہ منظم خطبہ ہندوستان میں رواج

۱۷۰۰ء راجہ مادھو کے مرید و خلیفہ تھے آپ کے والد شیخ طاہر ملتان سے طلب علم کے سلسلے میں نکلتے تھے۔ وہ  
ایک مدت تک جلدوہار میں رہے شیخ حسنؒ بھاری مرید پیدا ہوئے۔ عالم شباب میں طلب علم کے زمانے ہی میں  
اور طلب معرفت داغیر ہو گیا تھا۔ بنابرین درویشوں کی خدمت میں رہنے لگے بعد ازاں عادتہ کی  
خدمت میں پہنچے اور علماء میں سب سے پہلے ہی وہ شخص ہیں جو حضرت ربیعہ عادتہ کے مرید ہوئے۔ جون پور میں  
سکونت اختیار کر لی تھی بعد ازاں سلطان سکندر لودی کی درخواست پر اول آگرہ پھر دہلی تشریف لے آئے۔ وہیں  
کلیک بے منزل میں اپنے بلی جمال کے ساتھ سکونت اختیار کر لی تھی ۱۲۰۰ھ میں اذالہ شدہ کو وصال ہوا (نور اللغات)



کہ اس کھانے کو لوگ بھوگ کے طور پر کرتے ہیں۔ سدا کی ایذا رسائی کے خوف سے۔  
ایک مرید نے عرض کیا کہ بعض بچے بعض جنات کی پختہ یا خام چیز پر نیسا از  
لاتے ہیں صرف اس خیال سے کہ یہ جن، فلاں بزرگ سے تعلق رکھتا تھا۔  
فرمایا۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

ارشاد فرمایا کہ۔ میرے شاگردوں میں دو شاگرد خوب ہیں  
ایک مولوی رفیع الدین (شاہ رفیع الدین دہلوی) اور دوسرے مولوی ابی بخش  
مفتی ابی بخش کا ندھلوی، یہ دونوں بقیہ حیات ہیں (مولوی) مراد علی (جو کہ میرے  
شاگرد ہیں) کلکتہ میں رہتے ہیں مگر شغل تدیس چھوڑ دیا ہے تجارت میں مشغول

(مسلک حضرت کا باقی حاشیہ) جو سدا دکھانے لگا، کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ علیات کا ماہر تھا اور دھماکا (پختہ)  
پر بھی مشہور ہے کہ اس کی روح ماری ماری پھرتی ہے۔ ہوس چرتوں اور شرک پسندوں نے سدا کے نام پر کھانے  
کمانے کے دھندے نکال لئے اور مسلمانانِ امر و نہی کی روشنی پیشانی پر بدنامی کا ٹیکہ لگا دیا۔ صحیح طور پر  
متعین کر کے نہیں کہا جاسکتا مگر کوئی دو تیس سال سے یہ شرک کا بازار گرم تھا۔ سدا کو لکھنا تو مشہور ہی ہے حکومتِ مادی  
اور نفیر میں حضرت شاہ صاحبؒ نے حرام قرار دیا ہے شرک پسندوں نے جن میں سنی اور شیعہ دونوں ہیں مسجد سے  
باہر نکلتے کرتے یہ چاہا کہ اس قدیم مسجد کو اپنے مشترک خانہٴ رسوم کامرکز بنائیں امر و نہی کے حواسِ مسلمانوں نے انکے  
مقصد کو برا نہ سمجھ دیا۔ اس کا مقصد یہ ہے ناظرین دعا کریں کہ اہل حق کو کایا ہی ہو۔



فرمایا کہ \_\_\_\_\_ شہنوی مولانا \_\_\_\_\_ رُوم کُل کی کُل جوابہر نفیسہ  
کی مانند ہے لیکن اس کا ایک شعر تو لاکھ روپیہ کا ہے۔  
ورکندر و لطف اوشد بیشتر بہر تقریب سخن بار و گر  
یعنی اگر اللہ تعالیٰ بندے کی دعا کو قبول نہ فرمائے تو یہ بھی اس کا ایک بڑا لطف حکم  
ہوتا ہے اس لئے کہ اس صورت میں دوبارہ اس سے مناجات کرنے اور گھٹکو کرنے کی  
تقریب پیدا ہو جاتی ہے۔

ایک شخص کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ \_\_\_\_\_ میں نے عربی اشعار ایک مدت  
تک کہے ہیں اب ۲۵ سال سے کہنے موقوف کر دیئے ہیں۔ نیز فرمایا کہ عربی نظم  
و نثر کی خوبی یہ ہے کہ اس میں عجیت بالکل محسوس نہ ہو۔ چنانچہ ہمارے خاندان میں  
(عربی نظم و نثر کے اندر یہی بات ہے کہ بوئے عجیت نہیں پائی جاتی)  
فرمایا کہ \_\_\_\_\_ والد ماجد کی مثل مجھے کوئی شخص نظر نہیں آیا  
علاوہ کمال علوم اور دیگر کمالات کے ان کو ضبط اوقات میں بھی کمال حاصل تھا  
کہ بعد اشراق و تحریر و تصنیف کے لئے جا بیٹھتے تھے اور دوپہر تک زانو نہیں بدلتے  
تھے حتیٰ کہ جسم کو کھجواتے اور بھٹکتے بھی نہ تھے۔

ایک بزرگ نے عرض کیا کہ میں نے آپ کے جد امجد (حضرت شاہ عبدالرحیم)  
کو خواب میں دیکھا ہے بالکل آپ کی صورت تھے۔ فرمایا ہاں میں اپنے دادا سے بہت  
مشابہ ہوں۔

فرمایا \_\_\_\_\_ میں نے نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت سے اشعار کہے ہیں اور والد ماجد کے ہر دو قصیدہ ہمزائیہ دیائے کو بخش کیا ہے۔ یعنی ہر شعر پر تین مصرعے اپنی طرت سے لگائے ہیں۔ ادبی تذکرے میں بہت کموں کا ذکر آگیا تو فرمایا کہ میں نے بھی بہت کموں کا ایک شعر میں نظم کیا تھا وہ شعر یہ ہے۔

زنا زک طبع غیر از خود نمایاں نہی آید  
درخت بید را دیدم کہ دائم بے ثمر باشد

ترجمہ۔ نازک مزاج لوگوں سے سوائے خود نمائی کے اور کچھ نہیں آتا۔ میں نے درخت بید کو دیکھا کہ نازک ہوتا ہے، دیکھا کہ ہمیشہ بے ثمر رہتا ہے۔

فرمایا کہ \_\_\_\_\_ ہر چند والد ماجد نے مجھے بے مشغول معاہدہ اور طبابت سے منع فرمادیا تھا لیکن طب (فی نفسہ) اچھی چیز ہے۔ گویا جاں بخشی ہے۔

نیز فرمایا کہ میں ایک مرتبہ بچپن میں بیمار ہو گیا تھا۔ ایک حکیم نے میرا علاج کیا (بفضلہ تعالیٰ) مجھے شفا ہو گئی۔ والد صاحب نے ان حکیم صاحب سے فرمایا کہ چونکہ تم نے مجھے خوش کیا ہے اس لئے بولو میں تمہارے حق میں کیا دعا کروں اگرچہ اس انداز میں بات کہنی والد صاحب کی عادت کے خلاف تھی مگر حکیم صاحب سے یہ بات فرمادی کہ حکیم صاحب نے عرض کیا کہ آپ دعا کر دیں کہ میں ملازم ہو جاؤں اسی زمانے میں وہ شہر روئے کے ملازم ہو گئے اور سواری بھی ان کو ملی۔ جب انھوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آپ کی

(عاسے) ملازم ہو گیا تو فرمایا کہ بہت بڑی بہت کم بھتی کرتی تھی نے فقط دنیا پر اور اتنی  
 حقیر چیز پر اکتفا کیا۔

فرمایا کہ \_\_\_\_\_ مگر معطل میں اس وقت سلطان مراد (شاہ روم) کی  
 بیوہ بنی ہوئی عمارت ہے جس کو سنہ ۱۰۱۶ء میں تعمیر کرایا تھا۔

فرمایا کہ \_\_\_\_\_ قطب مینار سات منزل کا تھا۔ اب چھ منزل رہ  
 گیا ہے۔ اس پر سے ایک فقیر تماشا خانے کے طور پر بہت لگایا کرتا تھا اور کمال یہ کرتا تھا  
 کہ اپنے لمبے اور گھیر دار لباس کے ساتھ ہوا میں معلق ہو جاتا تھا پھر انتہائی کمال یہ دکھاتا  
 تھا کہ دیکھنے والے ہوتے تماشا خانوں کے مجمع میں سے، کوئی انعام کے لئے روپیہ دکھاتا  
 تو اس روپے کو لینے کے لئے اوپر سے نیچے جست لگا کرتا تھا اور اس مجمع کثیر میں سے  
 اسی روپیہ دکھانے والے کو پکڑ لیتا تھا، مالا مال ہوتا تھے جس میں ایک مخصوص شخص کا  
 شناخت کر لینا مشکل بات ہے میں نے اس کا یہ کمال اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

فرمایا کہ \_\_\_\_\_ ایک مرتبہ رمضان کے مہینے میں، ایک  
 رات میں نے دہلی کی جامع مسجد میں شمار کیا تھا ۲۰ جگہ حفاظ جماعت کے ساتھ  
 تراویح پڑھا ہے تھے۔

فرمایا کہ \_\_\_\_\_ اگر آدمی کردار کا سچا اور پکا ہو تو بڑی اچھی بات  
 ہے۔ کتب سلوک میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک چور تھا اس نے اپنے گروہ  
 سے یہ عہد کیا تھا کہ میں سوائے بادشاہ کے گھر کے کسی کے یہاں چوری نہیں کروں گا



چنانچہ ایک رات موقع پا کر وہ باہم بادشاہ پر چڑھ گیا، دیکھا کہ بادشاہ جاگ رہا ہے اور اپنی بیوی سے لڑکی کی شادی کے بارے میں گفتگو کر رہا ہے، بیان گفتگو میں بادشاہ نے کہا کہ میں گرد و نواح کے شاہوں میں اس لڑکی کا رشتہ نہیں کروں گا۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ کسی ایسے شخص سے اس کی شادی کروں جو صالح ہو اور دین کا بادشاہ ہو، بیوی نے کہا کہ آپ کس طرح پہچانیں گے کہ یہ دین کا بادشاہ ہے۔ جواب دیا کہ جو شخص ایک سال تک تکبیر اول فوت کئے بغیر نماز باجماعت پڑھے گا وہ بلاشبہ صالح ہو گا یہ دوسری بات ہے کہ اس کو کوئی شرعی عہدہ ہو اور اس کی وجہ سے کبھی تکبیر اول نہ پڑے۔

اس چور نے جب یہ سنا تو چوری چھوڑ چھاڑ کر ایک مسجد میں ڈیرا ڈال لیا اور سال بھر تک اس کی تکبیر اول فوت نہیں ہوئی۔ اب سوال ہے اس کے کوئی ایسا نہ تھا کہ اس کی تکبیر اول سال بھر تک فوت نہ ہوئی ہو؟ ایک سال گزرنے پر بعد تحقیقات، بادشاہ اس مسجد کی طرف گیا، سلام و کلام اور تعظیم و تکریم کے بعد بادشاہ نے اس شخص سے دریافت کیا کہ آپ کے پیر و مرشد کون ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ میرے پیر و مرشد تو سرکار ہی ہیں اور پورا قصہ بیان کیا۔ پھر بادشاہ کے کہنے کے باوجود اس کی لڑکی سے اپنی شادی کرنا منظور نہیں کیا۔

پھر ارشاد فرمایا کہ نیت ہمیشہ ڈالنا ڈول رہا کرتی ہے، اسی بنا پر

بزرگوں نے کہا ہے کہ عمل خیر میں مشغول رہنا چاہیے، انشاء اللہ تعالیٰ کبھی نہ کبھی نیت درست ہو ہی جائے گی۔

فرمایا کہ \_\_\_\_\_ حکومت نواب وزیر (حکومت اودھ) ابھی تک دارالحرب نہیں بنی۔ اگرچہ دارالرفض ہے۔ تجربے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس حکومت میں بے برکتی بہت ہے۔ اگرچہ یہ بے برکتی انگریزوں کی غلامی والے علاقوں سے کم ہے۔

مولانا عبدالحسین دہلوی (میرا معلم فرنگی محلی) کا اور آصفیہ الدولہ کے ان کو طلب کرنے کا ذکر آیا تو فرمایا کہ غازی الدین حیدر اگر مجھے بلا منصب و جاگیر بھی طلب کرے گا تو میں وہاں جاؤں گا، بشرطیکہ وہ میرے مسلک سے متعصب نہ ہو، اور پھر انشاء اللہ تعالیٰ دکھاؤں گا کہ ایک مخلوق راہ ہدایت پر آجائے گی، اپنی تقاریر کا ڈھنگ بھی بدل دوں گا، یعنی وہ تقاریر بالکل اچھوتے اور نئے انداز کی ہوں گی جو سب میں مقبول ہوں گی اور لوگ متوجہ ہو کر دین حق اختیار کر لیں گے۔

ارشاد فرمایا کہ \_\_\_\_\_ پانی کم پینے سے قوت گویائی بڑھ جاتی ہے چنانچہ حکیم سنائی نے فرمایا ہے۔

ذہن ہندی و نطق عربی  
بود از کم خوری و کم آبی

یعنی ہندوستانی کا ذہن کم کھانے اور عرب کے دیہاتی کی قوت گویائی  
کم پینے کی وجہ سے ہے)

فرمایا کہ — ہر قوم کا ذہن کسی کسی فن میں ہوتا ہے۔  
چنانچہ ذہن ہنود، حساب میں اور ذہن انگریز، جزوی صنعت و حرفت میں  
اور ریاضیات میں خوب ہے، اگرچہ وہ دقائق منطقہ اور مسائل الہیات و  
طبیعیات کو کم سمجھتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔

فرمایا کہ — ڈیوے ایسے ہیں کہ تین حواس اُن سے  
لذت یاب ہوتے ہیں۔ ولایت میں سید اور ہندوستان میں اُم۔  
قوتِ باصرہ ان میوؤں کے رنگ سے، قوتِ شامہ ان کی خوشبو سے اور  
زبان ان کے ذائقے سے لذت حاصل کرتی ہے۔

فرمایا کہ — کسی شاعر نے کیا خوب فرمایا ہے۔

کھیا خواہی، زراعت کن کہ خوش گفت آنکہ گفت

ز روع را تلشین زراست و ثلث دیگر ہم زراست

یعنی اگر تو کیمیا کا خواہش مند ہے تو زراعت کر، بقول شخصے زرع  
رکھیتی، کے حروف میں دو ثلث تو زر ہے ہی، آخری ثلث بھی عین ہے جس کے  
معنی سونے کے ہیں)

چہل قدی کے وقت نواب فیض محمد خاں وغیرہ امراء، سواری سے اُتر کر

ملاقات اور مصافحہ کر رہے تھے، ان میں بعض اُمراء ایسے بھی تھے کہ پھر سوار نہیں ہوئے، حضرت والا کے پیچھے پیچھے چلتے تھے (اُسی چل قدمی کی حالت میں) فرمایا کہ میں اس مرض سے جس کی بنیاد پر یہ چل قدمی کر رہا ہوں — دیکھ امراض کے مقابلے میں زیادہ تکلیف محسوس کرتا ہوں — پھر یہ شعر پڑھا۔

ما و مجنوں ہم سبق بودیم دردِ یوانِ عشق  
 اولِ صحرِ اُرفت و مادر کو چار سوا شدیم  
 یعنی میں اور مجنوں دونوں مکتبِ عشق میں تعلیم پایا کرتے تھے — وہ جنگل کی طرف چلا گیا اور میں گلی کوچوں میں رسوا ہو گیا —  
 پھر فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہو وہی بہتر ہے۔  
 چوں طمعِ خواہد ز من سلطانِ دین  
 خاکِ برفِ قناعت بعد ازین  
 یعنی اگر سلطانِ دین مجھ سے بالقرض طمع کا مطالبہ کرے تو پھر میں طمع کروں گا اور قناعت کے سر پر خاکِ ظالِ دلوں گا۔  
 پھر اخیر خسرو کے وہ اشعار پڑھے جو تعریفِ دہلی ہیں ران میں کا ایک شعر ہے  
 حضرت دہلی گنفت دین و داد  
 جنتِ عدن است کہ آباد باد



خدمت ہو جاؤں تو انھوں نے جواب میں تحریر فرمایا کہ آپ کے یہاں آنے میں ایک قباحت ہے اور وہ یہ کہ آپ مجھ (ناکارہ) کو دیکھ کر یہ نہیں گے کہ اولیائے سابق بس اسی طرح کے ہوں گے جیسا کہ یہ ہے، اس صورت میں اولیاء کی طرف سے آپ کا ذہن غلط ہو جائے گا۔

ایک شخص نے دریافت کیا کہ فرض نماز میں امام کو لقمہ دینا درست ہے یا نہیں؟ ارشاد فرمایا کہ — فقہاء نے اس میں اختلاف کیا ہے صحیح تر یہ ہے کہ لقمہ دینا چاہیے۔ اگر امام نے ایسی غلطی کی ہے جس میں معنی بدل رہے ہیں تو لقمہ دینا فرض ہے ورنہ مستحب۔

ارشاد فرمایا کہ — سورہ فاتحہ میں، اِھْدِنَا سَبِيلَ مُسْتَقِيمٍ کا جو وزن ہے اس میں وصل کر کے یعنی اِھْدِنَا سے طاکر، پڑھنا اچھا نہیں ہے اگرچہ نماز میں کوئی غلط نہیں آتا۔

ارشاد فرمایا کہ — کسی بزرگ کے بارے میں ایسا عقیدہ قائم نہ کرنا چاہیے جو خلاف کتاب و سنت ہو۔ سمجھ کر عقیدت کرنی چاہیے۔ اور سوچنا چاہیے کہ اولیاء کے حالات سمجھنے والا سوائے کرامت اور خرقِ حالات کے اور باتیں کب لکھتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ — انبیاء معصوم اور اولیاء محفوظ ہیں — معصوم وہ ہے کہ اس سے باوجود استعدادِ گناہ، گناہ کا سرزد ہونا محال ہو، اور

محفوظا وہ ہے کہ گناہ اس سے ممکن ہوا اگرچہ واقع نہ ہو۔

پہلی صورت مستلزم محال ہے دوسری ممکن غیر واقع۔

ارشاد فرمایا کہ۔۔۔۔۔ ۵ اشعبان کی رات شنب برات کو مغرب

کے وقت سے لیکر صبح صادق تک تجلیات الہی کا نزول آسمان دنیا پر ہوتا ہے اگر ہو سکے تو تمام رات ورنہ اکثر حصہ شنب میں عبادت کرے۔

ارشاد فرمایا کہ۔۔۔۔۔ فن ریاضی میں مولوی رفیع الدین (دہلوی)

سے بہتر شاید ہند اور بیرون ہند میں کوئی نہ ہوگا۔ اہل قصبات کو اس قسم کے فنون سے مناسبت نہیں ہوتی۔ ہاں مولوی عبدالحی صاحب (بحرالعلوم) فرنگی محلی کو مناسبت و مہارت ہے۔

فرمایا۔۔۔۔۔ آج کی رات شنب برات میں، سب مومنین کی

بخشش ہوگی مگر مشرک، کینہ ور، طوائف، زناکار، والدین کا نافرمان، رشتے داری کو منقطع کر نیوالا، ناحق قتل کرنے والا اور مسکبر وغیرہ یہ لوگ نہیں بخشے جائیں گے۔

امیر خسرو کا یہ شعر پڑھا حضرت دہلی کتب دین و داد الہی پھر فرمایا کہ جس

وقت امیر خسرو نے یہ اشعار دہلی کی تعریف میں کہے ہیں اس زمانے میں دہلی ایسی ہی تھی حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاؒ موجود تھے۔ کہتے ہیں کہ اس وقت جب کوئی شخص عیاش پورہ سبھی حضرت نظام الدین اولیاؒ میں داخل





ایک صاحب نے دریافت کیا کہ (بعض اعمالِ سفلی، قوی التأثير اور بعض اعمالِ علوی ضعیف التأثير پائے جاتے ہیں اس کا کیا سبب ہے؟ جواب میں ارشاد فرمایا کہ شرع شریف میں اعمالِ سفلی سے جو منع کیا گیا ہے وہ اس بنا پر ہے کہ ان سے دین کو نقصان پہونچتا ہے۔ اُن کی تاثیر سے انکار نہیں کیا گیا ہے جیسے نہر ہے کہ وہ حرام ہے مگر اس کی تاثیر کی قوت بھی بالکل ظاہر و مسلّم ہے۔ ایک دن حضرت شاہ صاحب حسب دستور چل قدمی کر رہے تھے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کے بھی بڑوں کی دیکھا دیکھی راستے میں حضرت والا سے مصافحہ کیا اس پر، ارشاد فرمایا کہ بچے بڑوں کو بوقت چل قدمی مصافحہ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو خود بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ مقدار و محقق کا فرق یہی ہے محقق جو کچھ کرتا ہے سمجھ کر کرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ (اچھے کام کی، تقلید بھی اچھی ہے بسا اوقات کام آجاتی ہے۔

فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز شکر بار دہلوی کے برادرِ کلاں خیالی تخلص کرتے تھے پھر اُن کے چند خلفاء کے نام بیان فرما کر ان کی ایک مشہور غزل پڑھی جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

اے تیر غمت را دلِ عشاق نشاند

نعلتے بتو مشغول، تو غائب زمیسان

تراویح پڑھتے وقت زور کی بارش آگئی مگر امام نے قرأت کم نہیں کی لوگ

ترتیب ہو گئے اس کو سن کر ارشاد فرمایا کہ ایسے وقت میں ہنساؤ تو ذکر سائبان  
یا پھت کے نیچے چلا جانا بہتر ہے خصوصاً بعض بیماروں کا خیال کر کے (جو جاہلیت  
میں ہوں گے) نیز ایسے وقت میں کم پڑھنا چاہیے اور سورہ کوثر (جیسی سورتوں)  
پر اکتفا کرنا اچھا ہے۔

فرمایا کہ \_\_\_\_\_ دو واقعے ہمارے سامنے عجیب پیش آئے  
جن میں سے ایک قاضی سوئی پت کا ہے کہ وہ روزہ کی حالت میں حرام پیتا تھا اور  
کہتا تھا کہ دھواں کھینچنا بھوافی روایت ہدایہ درست ہے۔ کیونکہ اس میں لکھا  
ہے کہ اگر خاک غبار اور دھواں حلق میں چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ بہت سے  
لوگ اس زنادان جاہل، قاضی کا اتباع کرتے تھے۔ میں نے ہر چند اسے سمجھایا کہ  
جہاں دھواں داخل (دھواں داخل ہونے اور داخل کرنے) میں بہت بڑا فرق  
ہے مگر اس قاضی کی سمجھ میں نہیں آیا۔

ارشاد فرمایا کہ \_\_\_\_\_ اصل چیز کیفیت و نسبت ہے اس کو  
ماصل کرنا اور اس میں مشغول رہنا چاہیے باقی موافق استعداد جو کچھ مقدر ہے  
ظہور میں آئے گا۔

حدیث مطرب مے گو دراز دھڑکتہ رہو  
کہ کس نکشود و نکشاید حکمت اس اعتباراً

۱۔ ہم تو ذوق و شوق کی باتیں کر رہے ہیں اور راہِ ہر کومت تلاش کر رہے ہیں کسی نے بھی ہمتی نہیں کی

ارشاد فرمایا کہ — میرے اراد اقوت نسبت اور کشف کے جامع تھے۔ ایسے جامع اشخاص کم ہوا کرتے ہیں جس کسی میں نسبت قوی ہوتی ہے اس کو کشف کم ہوتا ہے اور جس کو کشف زیادہ ہوتا ہے نسبت کمزور ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ اصل چیز دل کا رنگین ہونا ہے کہ یہی چیز وقت مرگ اور بعد مرگ کام آئے گی۔ فقط کشف گوئی دنیا کمانے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ ارشاد فرمایا — ایک غزل بہت اچھی معلوم ہوئی اس کا پہلا شعر یہ ہے۔

ہر جا کہ کہم غار ہم خستہ ترا یا بزم  
آبخار و مہر گز کا سبب نہ ترا یا بزم

ارشاد فرمایا — تعزیت کے واسطے جانے میں بہت ثواب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تعزیت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ (سحری کے متعلق ایک سوال کے جواب میں منجملہ ارشادات کے یہ بھی) فرمایا کہ سحری کھانے کا ایک نقد فائدہ تو یہ ہے کہ صبح صادق سے پہلے بیدار

(سوفہ شہ کھاتی ماٹہ) ناخن عقل و حکمت سے اس معنی کا عقدہ کشائی نہیں کی۔

لو میں جہاں بھی مکن ہوتا ہوں وہاں تھے ہم غار پاتا ہوں اور میں ایسی جگہ جاتا رہی نہیں جہاں تھے

نہ پاؤں۔

ہو جائے گا اور کم از کم اتنی بات تو ہوگی کہ اسکی عادت کے خلاف ایک عمل ہو جائے گا در بظاہر مصلحت شارع یہ معلوم ہوتی ہے کہ در رمضان میں کھانے کے وقت تو کھانے نہیں اور جو نیند کا اور آرام کا وقت جو اس میں کھانا کھلائیں وہاں جو صنعت کے اس مضمون کی تقریر اس طرح فرمائی کہ سوال کرنے والے نے اپنے دل میں طے کیا کہ مقتداؤں اور بزرگوں کی سمجھی ہوئی اور فرمائی ہوئی بات پر عمل کرنا چاہیے۔ ان کی سمجھی ہوئی بات کو چھوڑا نہ جائے بدل و جان قبول کیا جائے اگرچہ بالفعل اسکی حقیقت ذہن نشین نہ بھی ہو۔

ارشاد فرمایا ————— مردم روم و کشمیر بالطبع خوش الحان ہوتے ہیں۔ میرے بچپن کے زمانے میں ایک خطیب روم سے دہلی آئے تھے انکے خطبے کو سن کر لوگ بہوش ہو جاتے تھے۔ بعضے ذہن گوش ہو کر بیٹھتے رہتے تھے، بعضے دل بکڑ لیتے تھے اور جو لوگ بہت ہی سخت دل ہوتے تھے وہ یہ کہتے ہوئے سنے گئے کہ اس خطیب کی آواز تیر کی طرح براہ راست دل تک پہنچتی ہے۔ فرمایا کہ بعض اہل قلم نے لکھا ہے کہ یہاں تک یہ ہے اس کو خدا جانے کہ ایک دن دارا شکوہ پسر شاہجہاں نے حفاظ لاہور کو جمع کیا صرف ایک محلے سے پانچ ہزار حافظ کل کر آئے۔ فرمایا کہ دہلی میں حکیم اور شاعر بہت ہیں۔ پھر فرمایا کہ اس شہر کو شعر سے اور تاریخ سے طبعی مناسبت ہے اور اسی کو علم سمجھتے ہیں۔ تھوڑا سا عرصہ کے بارے میں فرمایا کہ ایک شخص نے اس کتاب کی تعریف میں لکھا تھا کہ یہ ایک

ایسی کتاب ہے کہ اگر اس کی برابر سونلے کر اس کو بیچ جائے تو بالیٰ کو خسارہ  
رہے گا۔

ارشاد فرمایا کہ — اگر کوئی شخص دادا صاحب (حضرت شاہ  
عبد الرحیم) کے مزار پر جا کر مراقب ہو رہا ہے تو نسبت ابو العالیٰ کے آثار محسوس  
کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دادا صاحب نے خلیفہ ابو القاسم (ابو العالیٰ اکبر آبادی)  
کی بہت کچھ صحبت اٹھائی ہے اور ان سے فوائد حاصل کئے ہیں۔ رمضان المبارک  
میں افطار کے بعد اور سحری میں پانی (زیادہ) پینے اور معمول کے مطابق عرق  
بادیان وغیرہ کا استعمال نہ کرنے کی وجہ سے حضرت شاہ صاحب کے چہرہ اقدس  
پر اور آنکھوں پر درم بہت آگیا تھا اور یہ درم کچھ دنوں رہا — حکماء و احباب  
جب حالات مزید دریافت کرتے تھے تو فرماتے تھے کہ میری صورت دیکھ لو میرا  
حال نہ دریافت کرو میرا ظاہر حال تو یہ ہے جو تم دیکھ رہے ہو اور میرا باطن اس  
سے بھی زیادہ خراب ہے۔ ایک مُرید نے عرض کیا کہ اس زمانے میں مقامات فنا  
و بقا میں قوت کیوں نہیں ہے؟ فرمایا کہ — میں بارہا کہہ چکا ہوں کہ ہر زمانے  
کی ولایت اس زمانے کی سلطنت کے مثل ہوتی ہے۔ ایک شخص بادشاہ وقت  
(اکبر شاہ ثانی) کا بھیجا ہوا آیا۔ اس نے بادشاہ کی طرف بعد سلام التماس کیا کہ  
چونکہ و بادشاہت سے پھنسی ہوئی ہے اس لیے میں کل کو (بغرض دعا) چار گھنٹی تک  
چڑھے جامع مسجد میں آؤں گا حضرت والا بھی تشریف لے آئیں — پھر اس

قاصد نے سوال کیا کہ وہا کے زمانے میں دوسرے شہر کو چلا جانا جائز ہے ؟  
 ارشاد فرمایا منع آیا ہے۔ اس لئے کہ مریض بے تیمار دار رہ جائیں گے اور  
 شکستہ دل ہوں گے۔ ارشاد فرمایا کہ قحط وغیرہ مصائب میں ذبح کی بیع اور  
 احرامِ مسلم کی بیع کو طأ الہدایہ شایع ہدایہ نے جائز لکھا ہے اور بعض علماء نے قصبہ  
 مشرق و علماء وادھ نے اس کے مطابق فتویٰ بھی دیا ہے چنانچہ میں نے مولوی  
 نظام الدین دفرنگی مٹلی کے دستخط کا فتویٰ خود دیکھا ہے۔ مگر میں اور میرے اکابر  
 اس قول پر فتویٰ نہیں دیتے اور اس بیع کو صحیح نہیں جانتے۔

ایک مُرد نے عرض کیا کہ جس دن کے لئے بادشاہ نے آدمی بھیجا تھا اس دن  
 بادشاہ سے آپ کی ملاقات ہوئی تھی ؟ میں تو حضرت شاہ غلام علی کے ساتھ تھا  
 پیچھے رہ گیا، اول تو میں بادشاہ کی سواری اور اس کے ترکہ احتشام کا نظارہ  
 جامع مسجد سے باہر کرتا رہا۔ اس کے بعد ہر چند چاہا کہ آپ کے اندر جا کر ملاقات  
 کروں مگر کثرتِ حجوم کی وجہ سے موقع نہ مل سکا۔ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا  
 کہ میں جامع مسجد کی سیڑھیوں تک پہنچا تھا کہ بادشاہ بھی پہنچ گئے۔ سلام و  
 مصافحہ ہوا۔ بادشاہ نے کہا کہ جناب عافی کو بہت تکلیف ہوئی۔ میں نے کہا کہ آپ  
 کے پاس خاطر اور خلق اللہ کے نفع کے لئے تکلیف اٹھانے میں کیا مضائقہ ہے ؟  
 ..... پھر میں نے ایک گوشے میں نماز دو گنا زاد ادا کی اس کے بعد بادشاہ نے مجھے  
 اپنے پاس بلایا۔ میں نے چاہا کہ تواضع اور معذرت کر کے بادشاہ سے کچھ دور بیٹھوں

مگر اس نے اپنے قریب ہی بٹھایا۔ تو یہ بکھلا اور دعا کی تلقین کی گئی۔ اسکے بعد شاہ غلام علی کی تعریف کر کے میں نے بادشاہ سے کہا کہ ان کو بھی بلائیے چنانچہ وہ بھی بلائے گئے پھر ہم نے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

فرمایا کہ انگریزوں کے شروع زمانے میں ایک سال بارش رک گئی خشک سالی ہو گئی، بادشاہ پیادہ یا عید گاہ تک گیا اور مجھ کو بلایا اتفاق ایسا ہوا کہ عید گاہ کی طرف جانے کے وقت آسمان پر کچھ بادل تھا بھی اور واپس آنے کے بعد وہ بھی نہ رہا۔ ایک نواب صاحب نے سلام کر کے مجھ سے کہا کہ طلبیہ اروپاؤں کے واسطے تشریف لے گئے تھے یا بارش رکوانے کے لئے؟ میں نے جواب دیا کہ وہ بادل جو دکھائی دے رہا تھا ناقص و ناکارہ تھا۔ ایسے بے فائدہ بادل کو ٹٹوانے اور کارآمد عناصر، بادل کی طلب کے لئے گیا تھا۔ نواب صاحب کہنے لگے۔ کہ جناب کی تقریر کے آگے کون کا یہاب ہو سکتا ہے؟ غرضیکہ نواب صاحب نے ایک قسم کا استہزاء کیا تھا جس کا جواب دیدیا گیا، دوسرے دن بھی برائے استسقا عید گاہ جانا ہوا اور بارش نہیں ہوئی تیسرے دن گئے تو خوب ابر آیا اور خوب بارش ہوئی چنانچہ تر بتر واپس آیا۔ نواب صاحب نے شرم کے مارے اپنے مکان کا دروازہ بند کر لیا میں نے آواز دی کہ جناب دروازہ تو کھولے انھوں نے دروازہ کھولا اور کہا کہ واقعی اچھا بادل آیا اور ناقص چلا گیا۔ ان پریشانی کے آثار تھے۔ انھوں نے معذرت بھی چاہی۔

نواب عبدالقصد علی خاں کے نام — جو حضرت کے مُرید تھے، ایک  
مُرید سے مکتوب گرامی تحریر کرایا، کاغذ صاف اور عمدہ دیکھا اس پر فرمایا۔  
شیخ کسان اور نباشد گو سفاک کہنہ باش  
رند دُرد آشت آرا با این تکلفتِ چاکار

ایک شخص نے ایسے درود کی درخواست کی جس کے پڑھنے سے آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہو جائے — فرمایا کوئی سنا بھی درود  
پڑھو اگر زیارت مقدر ہے تو ضرور ہوگی۔ بارہا تجرِبہ ہو چکا ہے کہ جو کوئی زیارت  
کے سلسلے میں زیادہ گوشش کرتا ہے زیادہ دیر میں کامیاب ہوتا ہے۔ اور جسکے  
نصیب میں زیارت ہوتی ہے وہ آسانی سے فیض یاب ہو جاتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ — میں بخیب خاں کو بخیب الدولہ کی  
عبادت کو بخیب آباد کریں وہاں کے بعض دُکچپ واقعات بھی سنائے  
پھر فرمایا کہ بخیب الدولہ کے یہاں تو شو عالم رہتے تھے جن کی پانچ سو روپے سے  
لے کر پانچ سو روپے تک تنخواہ تھی۔ تین قاضی، حنفی، شافعی اور مالکی مذاہب کے

۱۔ نسخہ بخط کتب خانہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں نواب عبدالقصد علی خاں، نام لکھا ہے۔

۲۔ اگر صاف اور عمدہ کلاس نہیں تو پُرانا مٹی کا پیالہ ہی ہے۔ بے تکلف اور آزاد مزاج آدمی کو تکلفات  
سے یک تمن؟



موجود تھے، ایک حنبلی قاضی کو بھی بلایا تھا، مگر وہ چلا گیا۔  
 ارشاد فرمایا کہ \_\_\_\_\_ سلطان عالمگیر نے میرزا ہد کے علم و

تشریح کا شہرہ سن کر ان کو ہرات سے بلایا اور محاسب اکبر آباد راگرہ بنایا اور اس  
 کے بعد قاضی کابل۔ اکبر آباد کے زمانہ قیام میں میرزا ہد نے شرح موافق وغیرہ  
 تین کتابوں کے حواشی لکھے اور شاگرد بھی تیار کئے، چنانچہ دادا صاحب یعنی  
 حضرت شاہ عبدالرحیمؒ نے جن کو میرزا ہد، اخوند کہا کرتے تھے، محفل کی ہتھم کتابیں  
 میرزا ہد ہی سے پڑھیں اور شریک مسودہ حواشی بھی رہے۔ میرزا ہد کو فقہ میں  
 کم دخل تھا۔ ایک امیران سے شرح وقایہ پڑھنے آتا تھا اس کو دادا صاحب کی  
 موجودگی کے بغیر سبقت نہیں پڑھاتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ میرزا جان کی تقریری  
 جان ہے اور اخوند کی تقریر جان جان ہے۔

ایک محفل میں تقریر کی معنوی حیثیت سے اقسام بیان فرمائیں، پھر فرمایا کہ  
 والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تقریر درس وغیرہ میں وجد انگیز ہوتی تھی،  
 مولوی احمد اللہؒ نے عرض کیا کہ حضرت والاکے تقریر بھی وجد انگیز ہوتی ہے جو ام و  
 خواص دونوں اس کو سن کر وجد میں آجاتے ہیں۔ فرمایا کہ جو چیز ناپائدار اور فانی

عہ میرزا ہد کے استاد تھے

عہ نسخہ مطبوعہ میں نام کی جگہ پر اس ہے نسخہ نقلی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں احمد اللہ نام درج ہے۔

ہے اگر اچھی بھی ہو تو کیا ہوتا ہے۔ پانچ چار چیزیں خولی پیدا کرنی چاہیے یعنی نسبت  
نہ اللہ میں قوت پیدا کی جائے۔

ارشاد فرمایا کہ — اگرچہ تفسیر فتح العزیز بھی اچھی خاصی کثرت  
ہے لیکن تحفہ اشاعرہ میں عجیب و غریب تقاریر درج ہو گئی ہیں۔  
ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ عبد بزگوار (حضرت شاہ عبدالرحیم) وقت سہلت  
یہ دہریہ ہندی بار بار پڑھتے تھے۔

بات جھڑتے یوں کچے کاری بن کے رکے  
اب کے بچڑے ناطے دور پڑیں گے جائے

ارشاد فرمایا کہ — جب والدہ ماجدہ مکہ معظمہ گئے تو حضرت حسن  
رضی اللہ عنہ کو خواب میں دکھا کہ انھوں نے ایک چادر والدہ ماجدہ کے سر پر ڈالی اور  
ایک قلم عنایت کیا اور فرمایا کہ یہ میرے نانا کا قلم ہے پھر فرمایا کہ ابھی بٹھریے وہ میرے  
چھوٹے بھائی حسینؒ بھی آپس میں حضرت حسینؒ نے وہ قلم اپنے دست مبارک سے

۱۔ مطبوعہ قلمی نسخوں میں دو ہرہ قریب قریب انھیں الفاظ میں درست ہے۔ اس کے پہلے مصرع کے  
بعض الفاظ کا مفہوم بھی معلوم نہ ہو سکا بعض لوگوں کی زبانی پہلا مصرع اس طرح سنایا۔ پتا لڑا ڈال سے لے  
گئی پتوں اڑائے۔ یہ صورت غلط مطلب یہ ہے کہ جب پتے ہوا کے جھونکوں سے درخت سے گرنے میں تو  
منتظر ہو جاتے ہیں کوئی کہیں اور کوئی کہیں۔ ایسے ہی موت بھی مبدائی کا پیغام لے کر آتی ہے۔

تراش کر والد ماجد کو دیا۔ اس وقت سے حضرت والد ماجد کا حال نسبت اور  
 حال علم و تقریر ہی دوسرا ہو گیا تھا چنانچہ اس سے پہلے جن لوگوں نے آپ سے استفادہ  
 کیا تھا وہ آپ کے اندر نسبت رسالت بالکل محسوس نہیں کرتے تھے۔ قبر شریف میں  
 بھی بذریعہ مراقبہ ان سابقہ نسبتوں میں سے کسی کا احساس نہیں ہوتا۔ ہر چند وہ  
 طریقت کے ہر سلسلے میں قدرتِ تعلیم رکھتے تھے لیکن نسبتِ نبویؐ کا غلبہ  
 ہو گیا تھا۔

جب برادر عزیز القدر، فخرِ فضلائے زمان مولانا شاہ رفیع الدین صاحب  
 کو مرضِ وفات لاحق ہوا تو حضرت والا ایک دن دوبار عبادت کے لئے تشریف  
 لے گئے۔ اثناءِ راہ میں ایک مُریع نے عرض کیا کہ مولوی رفیع الدین صاحبؒ کی  
 زندگی سے تمام خاندان بلکہ دہلی بلکہ ہندوستان کی زندگی وابستہ ہے خدا خاندان  
 کو سلامت رکھے، یہ سن کر فرمایا کہ وہ جاہل بھی ہوتے تو مجھے ان کا ایسا ہی درد  
 ہوتا مگر جب کہ وہ ایک عالم کے لئے فیضِ رساں ہیں تمام عالم کو ان کا درد ہے  
 ۔ پھر فرمایا کہ ہماری زندگی تو برائے نام ہی ہے۔ اس وقت جو کچھ فیض ہے ان  
 ہی کا ہے پھر فرمایا کہ اللہ جل شانہ کے نزدیک تمام بندے چھوٹے ہوں یا بڑے  
 یکساں ہیں وہ حیات و رزق کے معاملہ میں غنی و مطلق ہیں ان کو کیا پرواہ، انکے  
 سامنے کسی کی لیاقت اور قابلیت نہیں ملتی و کوئی لائق و فاضل ہوا کرے۔  
 شاہ رفیع الدینؒ کی رحلت کے وقت بہت سے لوگ جمع تھے حضرت والد ماجدؒ

سے فرمایا کہ وہ تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہیں، نیز سورہ نسیم پڑھتے رہیں۔  
 — علماء بخاری شریف کا ختم کر رہے تھے۔ خود مراقبے میں روزانہ بیٹھتے تھے کچھ  
 وقفے کے بعد، استفسار حال کر لیتے تھے جب کانوں میں یہ خبر پہنچی کہ مولوی  
 رفیع الدین نے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی تو غناک ہوئے اور دوسروں  
 کو تسلی دینے کے لئے باہر تشریف لائے۔ قبر کے لئے جگہ تجویز ہوئی (بعد غسل جنازہ  
 باہر لایا گیا چہرہ اقدس پر نگاتا رہا آنسو بہ رہے تھے جنازے کو خود بھی اپنے ہاتھ سے  
 پکڑا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت والا جنازے کے آگے چلیں، ارشاد فرمایا کہ میں  
 یہی چاہتا تھا مگر جنازہ اٹھانے والوں کے حجوم نے سبقت کی، لوگ آگے بڑھ چکے  
 ہیں میں پیچھے رہ گیا ہوں۔ جو کچھ منظور الہی ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔ میرے تمام حالات  
 اضطرابی ہیں۔ بچوں میں پھرتے ہیں پھرتا ہوں، مرضی مولیٰ از ہمد اولیٰ —  
 اس کے بعد نماز جنازہ ادا کر کے لوگوں کو اذن عام دیا کہ جو جانا چاہے چلا جائے،  
 پھر مقبرہ میں گئے۔ کھدیہار کی جارہی تھی۔ شاہ صاحب جنازے کے قریب اپنے والد  
 ماجد حضرت شاہ ولی اللہؒ کی قبر کے سامنے مراقبے میں بیٹھ گئے۔ — دفن کے بعد  
 لوگوں کو ہٹا کر قبر پر مٹی ڈالی۔ جب قبر درست ہو گئی تو بغیر چابیس قدم چلے دھا  
 کر کے اور السلام علیک کہہ کر رخصت ہوئے۔ بیچہ غلین تھے۔ پہلے زنانے مکان  
 میں تشریف لے گئے پھر مدرسہ میں آئے لوگوں کو رخصت کیا اور تسکین دی۔ یہ بھی  
 فرمایا کہ میرے مرحوم سے چار رشتے تھے، ایک تو برادر بھتیجی تھے، دوسرے والد ماجد

نے ایک موقع پر یہ فرمایا کہ میرے پس پردہ کیا تھا کہ یہ تھا را فرزند ہے تیسرے میری دایہ کا دودھ اٹھوں نے پیا تھا۔ چوتھے میرے شاگرد تھے۔

حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ مرحوم، حضرت والا کے منظر علم تھے، فرمایا کیا کہوں طاقت گفتار نہیں ہے پس اب سو اے وقت درس کے مجھ سے کچھ سوال نہ کرو یہ کہہ کر گریہ طاری ہو گیا۔ جب پس جنازہ گریہ کناں جا رہے تھے تو اس وقت بھی لوگوں سے مولانا رفیع الدین کے حالات بیان کرے منع فرما رہے تھے اور فرماتے تھے کہ پس اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھو

شاہ رفیع الدین کی وفات کے بعد ایک دن فرمایا کہ ہمارے تختہ پھیلوں کی وفات میں ترتیب منکرہ واقع ہوئی ہے، یعنی سب سے پہلے مولوی عبد الغنی و حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید کے والد ماجد جو سب سے پہلے تھے فوت ہوئے، بعد ازاں مولوی عبد القادر جو ان سے بڑے تھے، اس کے بعد مولوی رفیع الدین جو ان سے بڑے تھے فوت ہوئے اب میری باری ہے میں سب میں بڑا تھا۔

ایک موقع پر ایک مُرید سے دریافت فرمایا کہ تم نے اچھے صاحب دماغی کو دیکھا ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ میں ڈھاکہ سے لے کر دہلی تک اکثر بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور ان کے ارشادات و توجہات سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملے ان میں سے ممتاز اکابر کے چند طبقات بھی میں نے قائم کئے ہیں۔ اس سلسلے میں کچھ احوال بزرگان ڈھاکہ نیز حضرت شاہ غلام علی کے بیان

کر کے کہا کہ طبقہ ثانیہ میں شاہ اچھے صاحب کو باعتبار علم و عمل، اس فن طریقت کا بابر سمجھتا ہوں۔ دوسرے شاہ نعمت اللہ صاحب (قادری) ساکن پھلوری کو بھی ایسا ہی تصور کرتا ہوں۔ پھر تھوڑے تھوڑے حالات ہر مقام کے اکابر کے مع ان کی نسبت اور کیفیت کے بیان کئے۔

ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ عالم کو مافقہ بر فضیلت حاصل ہے جس طرح الفاظ کو معانی پر فضیلت ہے لیکن (خواہ مخواہ) کسی کو کسی پر فضیلت دینا کچھ اچھا مشغلہ نہیں ہے۔ پس خدا بہتر جانتا ہے۔ میں نے جو عالم کو مافقہ سے افضل کہا وہ موافق نظر ہے۔ ورنہ حدیث میں آیا ہے کہ بہت سے تلاوت کرنے والے ایسے

ع۔ سیدنا احمد عرف اچھے صاحب مارہروی اپنے والد ماجد شاہ حمزہ مارہروی کے مرید و شاگرد بنیں اور اپنے وقت کے مشائخ عظام میں سے تھے۔ آپ اپنے صحبت نامے میں شریعت کی پابندی کی خاص طور پر تاکید فرمائی ہے، ورنہ صبح الاول ۱۲۳۵ھ کو انتقال فرمایا اور مارہرہ میں اپنے آب جد کے قریب دفن ہوئے۔ (انوار العارفین و نزہۃ الخواطر جلد ۱)

ع۔ الشیخ العارف الخیر نعمت اللہ بن حبیب اللہ بن ظہر راشد الباشمی پھلوری ۴۴ محرم الحرام ۱۲۳۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اکثر کتب و درر مولانا وحید الحق پھلوری سے پڑھیں، پھر اپنے والد ماجد سے طریقت کو حاصل کیا اور ان کے جانشین ہوئے۔ بہت سے علماء و مشائخ نے آپ کے استفادہ کیا۔ آخر ماہ شعبان ۱۲۴۰ھ میں انتقال فرمایا۔ پھلوری میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ (نزہۃ الخواطر)

ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے یعنی وہ ظلم بھی کرتے ہیں اور قرآن بھی پڑھتے ہیں اور بعض علماء میں کہ جو بے عمل ہیں ان کے حق میں بھی مذمت آئی ہے، پھر فرمایا کہ ظلم دین، خدا کی مانند ہے اور دیگر علوم مہمالے کے مثل ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ ————— ایک شخص وجد و قیص کی حالت میں کہہ رہا تھا ”عشق بازی مشکل ہے“ اس کے قریب ایک ایسا شخص تھا جو فکر معاش اور عیال داری میں پھنسا ہوا تھا اس نے بھی وجد کر کے کہنا شروع کیا کہ ”کنبہ داری اور عیال داری مشکل ہے“

ارشاد فرمایا کہ ————— اگر کوئی امام لوگوں کے جماعت میں شامل ہونے کی غرض سے قرأت کو کچھ طویل کر دے تو جائز ہے جیسا کہ اس کا مجلس یعنی قرأت کو کم کرنا بھی جائز و ثابت ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بعض اوقات میں چاہتا ہوں کہ قرأت کو طویل کروں مگر کسی عورت کے بچے کے رونے کی آواز میرے کان میں آتی ہے تو قرأت کو کم کر دیتا ہوں۔

ارشاد فرمایا کہ ————— والد ماجد نے مدینہ منورہ سے غصت ہوتے وقت اپنے استاد سے عرض کیا تھا کہ میں نے جو کچھ پڑھا تھا اس کو فراموش کر چکا ہوں مگر ہاں حدیث و سنت کی برا بھلا کرتا ہوں اور اسے یاد رکھتا ہوں۔ ”مسنر“ فرمایا کہ والد ماجد عاشق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے..... وہ ۱۴ مہینے حرمین شریفین میں رہے اور وہاں کی سند حاصل کی۔ بعض وقت اُن کے استاد فرماتے

تھے کہ اس حدیث کے معنی تم بیان کرو اور سند اجازت میں لکھا ہے کہ اگرچہ انھوں نے سند مجھ سے متصل کی ہے لیکن (فہم حدیث میں) مجھ سے بہتر ہیں۔  
فرمایا کہ۔۔۔۔۔ شاہ عالمگیرؒ کے حفظ قرآن شروع کر کی تاریخ

ایک موزع نے اس آیت سے نکالی ہے۔۔۔۔۔ سَتُفَرِّقُكَ وَكَأْتُنْتَنِی  
پھر تاریخ ختم حفظ فی لوح محفوظ سے نکالی۔۔۔۔۔

شاہ صاحبؒ کی پہلی محراب سنانے کی تاریخ کسی نے اس طرح بھی ہے (جو ایک محفل میں خود ہی بیان فرمائی ہوگی)۔۔۔۔۔

عبدالعزیز آں خلیفہ خاندان فضل      کہ کو دیکھت لطف ازل را باد شمول  
در گاہوار بود کہ با شہیر دایر کرد      انوار ایزدی بدل ریش خلول  
بلکہ ..... گفتہ قدسیان کہ تراویح تو قبول

۱۱۶۹

ارشاد فرمایا کہ۔۔۔۔۔ حضرت بلخے مادرہ مانگ پوری ہمارے

علیہ مطبوعہ قلمی دو دوں نسخوں میں تیسرے شعر کا پہلا مصرعہ درج نہیں ہے لیکن ہے کہ عہد شاہ صاحبؒ کو یہ مصرعہ یاد نہ آیا ہو۔ علیہ الحجبہ کے خاندان سادات گزیری میں سے تھے ان کا خاندان قدیم سے معتزہ و کرم چلا آتا تھا اور اس علاقے کے لوگ اس خاندان کے افراد کو راجے کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ آپ کا مال بھی شروع شروع میں دنیا دارانہ اور سپاہیانہ تھا۔ بالآخر شیخ سہ ماہین عمری انچوری کی (باقی جسونائیدہ)





ساکن رائے بریلی جو خاندان سادات قطیبہ کے متقی بزرگ پیر زادے ہیں وہ بھی اس دیکھنے والے مجمع میں موجود تھے راکھوں نے ہجرت خود یہ واقعہ دیکھا ہے اور مجھ سے بیان کیا ہے، راجے حامد سہتہ کی اولاد میں جو لوگ شلیہ ہو گئے تھے انھوں نے اس کرامت کے معائنے کے بعد ترکِ فتنہ کیا۔

**فرمایا کہ** \_\_\_\_\_ **قرآن شریف کی اس آیت سے کسی حساب**

نے بندے کا تاریخی نام نکالا ہے **فَبَشِّرْنَا بِمَا كُنَّا لَمْ يَخْلِمْ** \_\_\_\_\_

توصیف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنی شہادت کے وقت چھ ہزار غلام ہتھیار بند رکھتے تھے جو مستعد جنگ تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ تم میں سے جو اپنے ہتھیار ڈال دے میں نے اس کو آزاد کیا۔ بعض دیگر صحابہؓ سے بھی جو مقابلے میں جنگ کے لئے آمادہ تھے۔ فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ کلہ پڑھنے والوں پر تلوار اٹھاؤں۔ صبر و ثبات حضرت عثمانؓ اور ان کے عدم قصدِ ایذا سے کلہ گویاں کی تعریف و توصیف بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ بزرگ یعنی صحابہؓ ہر یک کے سب آفتاب و ماہتاب اور اپنے اپنے کمالات میں یکساں تھے۔ **سُبْحَانَ اللَّهِ**۔ **سُبْحَانَ اللَّهِ**۔ پھر فرمایا کہ حضرت عثمانؓ نے ب کو قتلِ جلال سے منع فرمایا اور خود مشغول تلاوت ہو گئے اور اسی حالت میں مکتوبِ اربابِ ان کی فرمایا کہ۔ **مولوی عبد الحکیم کے جواب میں**۔ جو منکر وحدت تھے (مولوی) رشید الدین خاں (دہلوی) نے بندے کی مرضی اور اشارے سے کچھ لکھا ہے اس کو نقل

کر لینا چاہیے میں بھی اس بارے میں عند الفرست مختصر طور پر کچھ لکھواؤں گا فرمایا کہ طاب اللہ  
وہابی نے اپنے زمانے کے مصوفیاء و علماء پر اعتراض کرتے ہوئے یہ دعویٰ بھی ہے۔

در خاتقاہ و مدرسہ شریعہ ہے انصاف کہ در پردہ مدیم کے

مدیم بے بیہدہ گوئے چندے قلع شد از دوست بباگت حمے

”میں خاتقاہ و مدرسہ بہت کچھ گھوما ہوں یہ سچ ہے کہ میں نے وہاں کسی کو اہل نہیں

پایا۔ وہاں جگہ میں نے دیکھا کہ کچھ خواہ مخواہ کی باتیں بنانے والے مجمع ہو گئے ہیں اور

ادیت کی طرف راغب اور حقیقی دوست سے غافل ہیں۔“

میرے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ نے اس بلی کا جواب اس طرح دیا ہے۔

در صحبت اہل دل رسیدیم بے در یوزہ کناں زہر کے یک نفے

از چشم آب زندگانی قدھے وز آتش وادی مقدس قے

یعنی میں اہل دل حضرات کی خدمت میں بہت کچھ حاضر ہوا ہوں۔ میں نے ہر رنگ

سے ان کے انعامیں طلبہ کے فیوض میں سے ایک فیض کا سوال کیا ہے۔ انکی برکات

کے چند آب حیات سے ایک سیریا لپاتی طلب کیا ہے اور انکی روحانیت کی وادی

مقدس کی آگ سے ایک چنگاری مانگی ہے۔

فرمایا کہ۔ حضرت شاہ ولی اللہ طرغہ مجددیہ سے بواسطہ حضرت شیخ آدم

ہنوزی منسلک تھے، ایک مرتبہ ہنوزی شان کے بعض ائمہ خاص نے حضرت شیخ آدم پراٹھ کے سلسلے

پر کچھ اعتراض اور اظہار ناراضگی کیا تو حضرت شاہ ولی اللہ نے فرمایا۔

شخصے بخود نگیری ماحاجزاں قناد زان رہ کہ در طریقہ خدم آدم  
گنتم کہ حرف راست بگویم زمانہ پنج تو آدمی نبودی و ما آدمی شدید  
ایک شخص نے ہمارے اوپر اعتراض کرنے کو اپنا دلیل بنا لیا صرف اس بنا پر کہ ہم حضرت  
مخدوم آدم بخود ہی کے طریقے میں داخل ہیں۔ میں نے اس حیب گز معترض سے کہا کہ  
میں ایک سچی بات کہتا ہوں رنجیدہ مت ہو جانا۔ وہ یہ ہے کہ تو آدمی نہیں ہم آدمی ہیں  
یعنی تو سلسلہ آدمی میں داخل نہیں ہم اس میں داخل ہیں۔

ایک شخص نے دریافت کیا کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ۔  
یہ حدیث ہے پھر فرمایا اس مقولے کو میں نے کتب صوفیاء میں دیکھا ہے (حدیث  
نہیں ہے) پھر اُس نے اس مقولے کا مطلب دریافت کیا تو فرمایا اس وقت ضعف  
غالب ہے۔ پھر فرمایا کہ خیر مختصر سی بات کو تمہارے پاس خاطر سے کہتا  
ہوں اسی سے سب مضمون سمجھ لینا جس طرح تمہاری روح ہے کہ دن کے کسی  
ایک حصے کیساتھ محدود و مخصوص نہیں اور ہر جگہ ہر ایسے ہی اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہوا و رب کے برابر۔  
نہ تو در پہنچ مکانے نہ مکانے نہ تو خالی

اگر اس قدر بھی کسی نے نہ جانا تو بے شک اُس نے اللہ تعالیٰ کو کچھ دیکھا۔  
ارشاد فرمایا کہ۔ امام ابو حنیفہؒ نے قیاس کو اپنی جیب سے نہیں نکالا کہ وہ  
غیاہ حدیث ہر قیاس کو از خود ترجیح دینے لگے ہوں بلکہ وہ تو اس چیز کو جو خلاف  
حکامہ سلطنتی نے اس سمجائی کے جو الے سے اس کو بھی بن سادہ مادی کا کلام بنایا ہے (مجموعہ مسائل مسعودیؒ)

اصول کلیہ ہو یعنی قرآن شریف اور احادیث مشہورہ کے خلاف ہو اس کو اختیار نہیں کرتے اور اصل کو برہم نہیں ہونے دیتے خلاف اصول کلیہ کی تاویل کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ دنیا کے معاملات میں بھی اسی طرح کیا کرتے ہیں کہ جو کچھ فرمان میں اور آئین سلطنت میں لکھا ہوتا ہے اس پر عمل درآمد ہوتا ہے، فرمان و آئین کے خلاف گویا و شاہ کی روایت ہی کیوں نہ بیان کی جائے اس کی تاویل کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اپنے اپنے قواعد کے لحاظ سے چاروں مذہب خوب ہیں۔ بلحاظ قواعد کلیہ مذہب حنفی اور بلحاظ قواعد حدیث و تصنیف حدیث مذہب شافعی ہے۔ سید احمد رشیدیؒ رائے بریلوی سے۔ جو کہ حضرت والا کے اکابر خلفاء میں ہیں، عنذ اللہ کہ فرمایا کہ دنیا بکھڑے کی جگہ ہے۔ (جو کام ہو) اللہ کیلئے ہو ہی بہتر ہے۔ ایک شخص نے عن اقرب الیہ من حبیل الوریذ کا مفہوم دریافت کیا تو فرمایا۔۔۔ کہ علماء قرب علمی اور صوفیہ قرب وجودی مراد لیتے ہیں بعض لوگوں نے محفل مبارک میں عرض کیا کہ اس زمانے میں حضرت والا جیسا بزرگ (شاید) تمام دنیا میں نہ ہوگا۔ اولیاء اللہ کو امراض لاحق ہوتے ہیں حضرت والا کو بھی متعدد امراض لاحق ہیں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی تعریف میں یہ بات بھی نکلی گئی ہے کہ وہ اتنے مشہور ہوئے کہ ان کے حالات کتب ولایت میں مندرج ہیں، فضل الہی سے حضرت والا کا نام بھی روم، شام، بلخ، بخارا، سمرقند، دمشق، مکہ، مدینہ، مصر و عراق بغداد اور علاقہ قزنگ میں مشہور ہے اور وہاں کی کتابوں

میں آپ کا ذکر خیر ہے حضرت والا نے سن کر تواضع اور اکھسار کا اظہار کیا۔ اسی اثنا میں فیض یاب ہونے کی بات بیان فرمائی اور یوں فرمایا کہ محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں بامیس بزرگ دہلی میں تھے جو ہر خاوازا دے سے تعلق رکھتے تھے اور صاحب ارشاد تھے اور ایسا اتفاق کم ہوتا ہے کہ ایک وقت میں اتنے مشائخ ہر سلسلے کے موجود ہوں، مہمندان بزرگوں کے ایک شاہ دوست محمد قادری بھی تھے۔ ایک دن اُن سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کا سلسلہ کون سا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ اگرچہ میں (ایک سلسلے میں) ایک بزرگ کا مرید ہوں اور ان سے سلوک کو ملے کیا ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ میں نے خدا کو ایک خرہرہ کے ذریعہ پایا ہے اور اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ میں بادشاہ کا ملازم تھا۔ اس کے ایک کام کو انجام دینے کے لئے گرمی کے زمانے میں نکلا پیاس لگی، صراحی دار سے پانی مانگا اس کے پاس بھی پانی نہ تھا۔ سقہ بھی کوئی نظر نہ پڑا قریب بہ ہلاکت تھا۔ ناگاہ اجیری گیٹ کے قریب ایک ستے سے ملاقات ہوئی ایک کٹورہ پانی ایک خرہرہ کے عوض دستیاب ہوا میں پانی پینا ہی چاہتا تھا کہ ایک سائل نے بڑی لجاجت سے اپنی خشکی کا اظہار کر کے وہ کٹورا مجھ سے طلب کیا، اگرچہ نفس نہیں چاہتا تھا مگر اس پر قابو پا کر وہ کٹورا سائل کو دے دیا جب اس پیاس نے پانی پینا شروع کیا اسی وقت مجھے ایک خشکی، ایک سُردگی کیفیت اور تجلی الہی کی ایک جھلک اپنے اندر محسوس ہوئی، بعد کو میں نے

جو ترک دنیا کا شیوہ اختیار کیا اس کی اصل بنیاد یہی پیاسے کو پانی پلانا ہے، مابعد  
کی سب باتیں اسی کی طفیلی ہوئیں۔

ایک صاحب جو حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر آئے تھے حضرت والا کی  
خدمت میں آپ زمزم آئے حضرت والا پر اے تعظیم چار پانی سے نیچے اتر کر کھڑے  
ہوئے اور بعد دعا قدرے آپ زمزم نوش فرمایا اور ایک مرید کو دیا انھوں نے  
دیگر حاضرین مجلس کو بھی وہ تبرک دیا۔ ایک صاحب نے فرمایا آپ زمزم قدرے  
کھاری ہوتا ہے اور یہ میٹھا پانی تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دوسرا پانی زیادہ  
ملا یا ہو گا۔ ارشاد فرمایا کہ ہم تو معتقد غائبانہ ہیں۔ ہمارے حق میں ہر وہ پانی جو  
زمزم کے نام سے ہو (اور اس سے تھوڑا بہت تعلق رکھتا ہو) زمزم ہی ہے۔ یعنی  
اس کا خواب ہم پائیں گے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آپ  
زمزم جس نیت سے پیا جائیگا حصولِ مطلب کی امید ہے اور جو شخص آپ زمزم  
شکم سیر ہو کر پئے گا آتشِ دوزخ اس پر اثر نہ کرے گی۔

ارشاد فرمایا۔ دو ماہ ہوئے روضہ سلطان المشائخ پر حاضر ہوا تھا عجیب  
کیفیت نمودار ہوئی۔ وہاں کوئی شخص مڑا میسر گارہا تھا۔ میں اس کی طرف  
متوجہ نہیں ہوا اور مجھے کوئی غفلت بھی اس وقت محسوس نہیں ہوئی۔ پھر کسی نے مزار  
پر سجدہ تعظیم کیا اس کی غفلت مجھے محسوس ہوئی۔

ایک صاحب کے جنھوں نے اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے کے لئے دُعا کی

درخواست کی تھی۔ فرمایا کہ میں دعا کرتا ہوں، اختیار بدست مختار۔

شیخ علی حزیں کا جو کہ مذہب شیعہ تھے ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ جبوقت وہ دہلی آئے اور ایک حویلی کرائے پر لی تو اس حویلی کے دروازے پر ایک فقیر رہتا تھا وہ بدستور فقرا، صبح کے وقت اپنے سلسلے کے بزرگوں کے نام پڑھتا تھا شیخ علی حزیں کے کانوں میں بھی آواز پہنچتی تھی، ایک دن صاحب خانہ نے شیخ علی حزیں سے حویلی کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ یہاں ہر قسم کا آرام ہے مگر دروازے پر "تذکرۃ الاولیاء" جو بیٹھے ہوئے ہیں ان کو ہٹاؤ۔

فرمایا کہ میں ۲۵ رمضان کی رات میں بوقت سحر پیدا ہوا تھا چونکہ والدین کے بہت سے بچے مجھ سے پہلے انتقال کر چکے تھے اس لئے میرے پیدا ہونے پر مجھ سے ان کی بہت سی آرزوئیں وابستہ تھیں۔ اس وقت بہت سے بزرگ اور اولیاء، حضرت والد ماجد کے خلفاء میں سے مثل شاہ محمد عاشق پہلوی وغیرہ کے مسجد میں معتمد تھے مجھ کو غسل دیکر محراب مسجد میں لاکر ڈال دیا تھا گویا کہ نذر خدا کر دیا تھا۔ ہاتھی کی جالا کی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے زمانے ہی میں اب سے کچھ عرصہ پہلے ایک قبیلان تھا جو ایک درزی سے دوستی رکھتا تھا ایک دن درزی کچھ کپڑا سی رہا تھا۔ ہاتھی کو سُرخ کپڑے سے طبعاً محبت ہوتی ہے اس لئے اپنی سونڈھ کو بار بار اس کپڑے کی طرف لے جاتا تھا۔ درزی سوئی اس کی سونڈھ میں چھو دیتا تھا۔ اس کے بعد ہاتھی جب دریا پر سے لوٹ کر اس درزی کی دکان پر سے گذرتا



انتقاماً وہ پانی جو سٹھ میں بھر کر لیا تھا اسکی طرف بھٹکا جس سے دوکان کے تمام کپڑے تر ہو گئے۔ درزی نے اقرار کیا کہ جرم میری تھا اگر میں نے اسکی سونڈ میں سوئی چھبائی تھی۔ پھر فرمایا کہ میرے ہی زمانے میں ایک بادشاہ کا فیلبان مر گیا بادشاہ نے چاہا کہ کوئی دوسرا فیلبان لگی جگہ مقرر کرے اس لئے کہ فیلبان سابق کا لڑکا کم عمر تھا اور ہاتھی بہت بڑا اور جگہ لگی تھا۔ مگر ہاتھی نے کسی دوسرے فیلبان کو قابو نہیں دیا۔ مستی دشمنی آغاز کی اور آج دانہ نہیں کیا تمام فیلبان حیران ہوئے اور انھوں نے سب بڑا بادشاہ سے بیان کر دیا بادشاہ بھی حیران تھا کہ کیا کرے ایک سمجھ آدمی نے اس کی ریت پکٹ پیچ گیا۔ اس نے بادشاہ نے عرض کیا کہ فیلبان سابق کے بچے کو لایا جائے۔ اس بچے کو لایا گیا تو پھر وہ ہاتھی قابو میں آ گیا۔

اہل دہلی کے بجا خرچ اور اسراف کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ انواب قمر الدین خاں کی عورتیں پانی سے غسل کرنے کے بعد عرق گلاب سے غسل کرتی تھیں، اور دوسرے نوابوں کے گھروں کے قسط بھول اور پان افغانیو میر ہجور توں کے خرچے میں آتے تھے۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ بادشاہ و ارشاد ابراہیم حضرت والا کے ہوش و حواس بالکل بجا اور صحیح ہیں، یہ قوت یکہ ہے طاقت بشری نہیں ہو۔ ارشاد فرمایا کہ شہور بات ہے اور تجربے میں بھی آئی ہوئی ہے کہ غلام علم حدیث کے ہوش و حواس خراب نہیں ہوتے اگرچہ اس کی عمر سو سے بھی متجاوز ہو جائے۔ بندے کا تو بچپن ہی سے علم حدیث کا مشغول ہے۔

ایک شخص نے اٹنا انگٹگو میں عرض کیا کہ حضرت والا، قطب زمانہ ہیں، ارشاد فرمایا۔ مستغفر اللہ۔ پھر فرمایا کہ اسی جیسے تو زمانہ خراب ہو کہ مجھ جیسے قطب اس زمانہ میں ہیں۔

# مکتوبات علمی و ادبی تبرکات



شروع میں صرف بیاض رشیدی کے اہم مندرجات کو ترجمے کے ساتھ  
 ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کا ارادہ تھا۔ پھر خیال آیا کہ اس سے پہلے حضرت  
 شاہ صاحب کا مختصر تذکرہ ہو جائے۔ تذکرہ کے بعد ملفوظات عزیز یہ کا سلسلہ چلا  
 وہ اگرچہ مطبوعہ ہیں لیکن نسخہ منخطوط سے مقابلہ کرنے اور اس کے تراجم دیکھنے کے  
 بعد ضروری سمجھا گیا کہ اس کی تخصیص بھی اس طرٹ کر دی جائے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ  
 کی مجلسی ارشادات کے صحیح مطلب و مفہوم سمجھنے میں کوئی الجھن پیدا نہ ہو، اور اس کے  
 خاص اور اہم نمونے دیکھ کر مجلس مبارک کی تصویر نظروں کے سامنے آجائے، صفاً  
 ملفوظات سے رابطہ قائم ہو اور جس مقصد کے ماتحت بزرگوں کے اقوال جمع کئے  
 جاتے تھے وہ مقصد بھی حاصل ہو۔ ملفوظات کی تخصیص سے فارغ ہونے کے بعد اب  
 بیاض رشیدی کا نمبر آیا ہے۔

بیاض رشیدی کا مطالعہ جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں میں نے دارالعلوم  
 دیوبند کی طالب علمی کے زمانے ۱۳۵۵ھ تا ۱۳۵۶ھ میں کیا تھا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد  
 بریلی کے زمانہ قیام میں جب کہ الفرقان کا شاہ ولی اللہ نے نکل رہا تھا مجھے دوبارہ  
 اس کے مطالعہ کی اہمیت محسوس ہوئی اس مرتبہ میں نے اس بیاض کے کچھ حصے کو

نقل کر لیا تھا اور اس میں جو مکتوبات، علمی تحریرات اور سوالات کے جوابات  
 ہیں اُن کی ایک فہرست بنائی تھی۔۔۔ درمیان میں توفیق نہ ہوئی کہ اس مہینے  
 پر کوئی مقالہ لکھا اب تقریباً تیس سال کا زمانہ گزرنے پر یہ کام کر رہا ہوں۔۔۔  
 خود اصل بیاض ہی میں بعض مقامات کرم خوردہ تھے اور بعض شکل پڑھے جاتے  
 تھے۔ یاد دہدی کے اندر میری نقل کردہ عبارات میں بھی کہیں کہیں تغیر آگیا اور کاغذ  
 کی دریدگی نے بھی دو ایک جگہ اہم معلومات کو نظروں سے غائب کر دیا ہے۔۔۔  
 یہ بیاض، جو اب کتب خانہ دارالعلوم دیوبند کے کثیر التعداد کلمی نسخوں کے ذخیرے  
 میں مل نہیں رہی ہے (خدا کرے مل جائے)۔۔۔ مشہور مناظر و محقق مولانا رشید الدین  
 خاں دہلوی کے آثارِ قلیہ میں سے ہے۔ اس پر جمعیت الانصار کی مہر بھی ثبت ہے  
 جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ولدادہ خاندان ولی الہی حضرت مولانا سیدی کوہیں  
 سے دستیاب ہوئی ہوگی۔ انھوں نے ہی جمعیت الانصار کے دفتر سے دارالعلوم کے  
 کتب خانے میں داخل کیا ہوگا۔ مگر مولانا سلطان الحق صاحب قاسمی ناظم کتب خانہ  
 اور محترمی سید محبوب حسنی کی ہربانی اور رہنمائی سے میں نے اس بیاض کا مطالعہ  
 کیا تھا۔

بیاض کے شروع میں دو ورق پر ایک اہم سوال کا جواب ہے۔۔۔ یہ  
 درالشاہ صاحب کی ایک علمی تقریر ہے جس کو مولانا رشید الدین دہلوی نے  
 ضبط کیا ہے۔

اس کے بعد چوالیس ورق پر مکتوبات ہیں۔ جن کی مجموعی تعداد ۸۵۶ ہے۔  
تفصیل حسب ذیل ہے۔  
مکتوبات حضرت شیخ جمال الدین ابوالطاهر محسن بن ابراہیم الکوردی  
المدنی — ۲

مکتوبات حضرت شاہ ابوالرضا محمد عمری ہندی — ۲  
مکتوبات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی — ۹  
مکتوبات شاہ اہل اللہ فاروقی دہلوی بنام شاہ عبدالعزیز — ۵  
مکتوبات و مراسلات شاہ عبدالعزیز — ۵۴  
مکتوبات شیخ احمد الجبار و بابا عثمان ابن فاروق الکشمیری بنام شاہ  
عبدالعزیز — ۷

ایک مکتوب کے متعلق پتہ زچل سکا کہ کس کا ہے؟ مجموعہ نشی ہوا۔  
ان میں حضرت شاہ ابوالرضا محمد کے دونوں مکتوب حاجی رفیع الدین فاروقی  
مراد آبادی کے پردادا ملا عصمت اللہ المراد آبادی دقانی مراد آباد کے نام ہیں۔  
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے مکتوبات ان حضرات کے نام ہیں۔  
(۱) الفاضل العلامہ المحدث معین الملک والدین السدی — ۱

۱۔ علامہ محمد حسین ابن محمد ابن سندھی علم حدیث و کلام اور علم ادب میں بڑے پائے کے عظیم تھے و ان کے مکتوبات

- (۲) شارح معارف ولی الہی شیخ محمد عاشق بھلوی — ۱  
 (۳) شیخ عبدالقادر جوہوری — ۱  
 (۴) قدوة المحدثین شیخ ابوالطاهر کردی المدنی استاذ حضرت شاہ ولی اللہ — ۳

(۵) استاذ حسین شیخ وفدا اللہ الماکی الکی استاذ حضرت شاہ ولی اللہ — ۱  
 (۶) شیخ ابراہیم ابن شیخ ابولطاهر مدنی — استاذ کے صاحبزادے — ۱  
 ایک مکتوب ولی الہی کے متعلق بیاض سے یہ معلوم نہ ہوا کہ کس کے نام پر ؟  
 قدوة المحدثین حضرت شیخ ابولطاهر مدنی نے جو دو مکتوب حضرت شاہ ولی اللہ کے نام اُن کے حجاز کے زمانہ قیام میں مکہ معظمہ روانہ کئے ہیں ان میں سے ایک مکتوب کی تاریخ تحریر ۱۶ شوال ۱۱۴۲ھ ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے مکتوبات جن حضرات کے نام ہیں ان کے ناموں کی

دستور گزشتہ کتابی حاشیہ حضرت شاہ ولی اللہ سے نسبت تلذذ حاصل تھی شیخ ابوالقاسم نقشبندی سے سلسلہ نقشبندیہ کی تعلیم حاصل کی۔ شاعر بھی تھے کئی کتابوں کے مؤلف و مصنف تھے ۱۱۶۱ھ میں وفات پائی (نزهة الخواطر ج ۱) ۱  
 علامہ مولانا عبدالقادر ابن خیر الدین اعلمی بکونڈری شیخ حسانی السبطی سے غالباً ۱۱۷۰ھ میں ملحق ہوئے  
 میں پڑھا شیخ وحید الرحمن بھلوی سے سلوک طے کیا نیز شیخ باسط علی آبادی سے بھی فیض حاصل کیا۔ قسریہ  
 سوگم پور میں ۱۲۰۲ھ میں انتقال فرمایا۔ (نزهة الخواطر ج ۱)

پہرست یہ ہے ۔  
 شاہ اہل اللہ دہلوی، شاہ نورا اللہ پھلتی، خسر شاہ عبد العزیز، بابا عثمان  
 ابن فاروق کشمیری، محمد جواد پھلتی، صاحب کھفالتی و العارف شیخ محمد عاشق  
 پھلتی، جامع الفضائل مولانا حضور اللہ کشمیری، صدر الافاضل مولانا محمد مغربی  
 مفتی دہلی، جناب فرید الدین بن عبد السلام کشمیری، رشید الملک مولانا رشید الدین  
 دہلوی، سید ظہیر الدین، دان کے نام کے بعد یا ض میں یہ عبارت ہے :- من  
 ولد غوث الثقلین و رد فی الدہلی سنۃ ۱۲۱۳ھ یعنی یہ حضرت شیخ  
 عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی اولاد سے ہیں سنۃ ۱۲۱۳ھ میں دہلی تشریف لائے تھے،  
 حضرت شاہ عبد العزیز کے مکتوبات ان حضرات میں سے بعض کے نام کی کہی  
 ہیں بہت سے مکتوبات کے شروع میں اسطر لکھا ہوا ہے ۔

مکتوب ایچ عبد العزیز الی بعض خلائہ

الی بعض الافاضل

الی بعض الاکابر

الی بعض اصحابہ

الی بعض اصحابہ من فضلاء الافاغنة

الی بعض احبابہ

الی بعض اصداقائہ



مکتوب الشیخ عبدالعزیز الی بعض الشعراء۔

ان چوں تحریرات میں دو تین تحریریں بھی شامل ہیں جن میں ایک کا عنوان ہے فصل۔ دوسری کا عنوان ہے من رخصات اقلام قدوة الادباء  
الشیخ محمد عبدالعزیز مدظلہ۔ تیسری کے شروع میں ہے من عبارات

الشیخ الاجل عبد العزیز مدظلہ، فی تعریف الدہلی۔

تقریباً ۲ صفحات پر حصہ نظم ہے حضرت شاہ عبدالعزیز کے عربی کلام پر مشتمل ہے۔ شاہ صاحب کا کلام بڑا کیف آور اور وجد انگیز ہے۔ افسوس کہیں کل اشعار نقل نہ کر سکا۔ چند اشعار نقل کئے ہیں جو اپنے موقع پر پیش کئے جائیں گے۔  
پارہ ورق پر سوالات و جوابات ہیں جو استفادہ اور فتویٰ کی شکل میں ہیں۔  
۲ صفحات پر تحقیقات و تدقیقات حضرت شاہ عبدالعزیز کا سلسلہ ہے۔  
تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) ایک سوال کا جواب جو بعض اعزائے کول دہلی گڑھ سے بھیجا تھا۔  
(۲) قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے سوال کا جواب مدت سلطنت بنی ایر  
کے بارے میں)

(۳) جواب سوال قاضی صاحب مذکور دہندوستان کی زمین کس قسم کی ہے؟  
(۴) سجدہ ہمو کے بارے میں ایک تحقیق۔

(۵) جواب سوال حاجی رفیع الدین خاں فاروقی مراد آبادی وضع میرا

(مشرع متعلق)

(۶) سید صاحب عالی مرتب کے مسئلہ ایک استفتاء کا جواب سید صاحب کا  
(درج نہیں ہے)

(۷) ایک مسئلہ (محرم کے انتقال کے بعد اس کے ساتھ محرم کا معاملہ کیا  
جائے یا نہیں؟)

(۸) ایک سوال کا جواب جو قطعاً یہ متعلق ہے اور جس میں روایت عالمگیری  
کے تعارض کو رفع کیا گیا ہے۔

(۹) مولانا رشید الدین دہلوی کے ایک سوال کا جواب  
سوال کاغلاف یہ ہے کہ حقیقہ بعض مسائل میں صاحبین کا توافق کرتے ہیں  
اور تعلیل امام شافعی نہیں کرتے اس کی کیا وجہ ہے؟

(۱۰) ایک صفحہ پر توریت کی ایک عبارت اور اُس کی تشریح و توضیح اُس کے  
شروع میں شاہ صاحب کی یہ عبارت ہے — قَدْ نَزَّلَ عَلَيْنَا مِنْ قَبْلُ  
اسْمَ رَبِّكَ فَانصِتْ لِلَّهِ بْنِ ..... وَكَانَ مِنْ فَضْلِهِ كَمَا نِلَ عَالِمٌ  
بِالتَّوْرَةِ — فَسَأَلَتْ عَنْهُ لُصُوفُ الْعِبْرَانِيَّةِ فَإِذَا يَتِي فَحَفَظَهَا نَادَا  
هِيَ أَوْفَى بِلِسَانِ الْعَرَبِ یعنی ہمارے پاس ایک عالم یہاں کی حیثیت سے آئے  
جو توریت سے اور عبرانی زبان سے واقف تھے اُن کا نام ملا فیض الہی تھا۔ وہ  
فضلاً رکابل سے تھے۔ میں نے اُن سے کچھ قواعد عبرانی زبان کے معلوم کئے انھوں نے

مجھے بتائے میں نے ان کو یاد کر لیا۔ عبرانی زبان عربی زبان سے بہت قریب ہے۔  
(۱۱) بعض علماء ورام پور کے سوال کا جواب۔ یہ سوال بوساطت حاجی رفیع الدین فاروقی مراد آبادی آیا تھا۔

- (۱۲) ایک کتاب کے بعض مقامات کا رد (تقریباً چار ورق پر)  
(۱۳) جواب سوال قاضی شہداء اللہ پانی پتی (جہارت صوفی سے متعلق)  
(۱۴) جناب غلام حیدر خاں کا کوروی کے سوالات کے جوابات۔  
(۱۵) مولانا عبدالحی بڑھانوی کے ایک سوال کا جواب۔  
(۱۶) خواجہ حسن مودودی لکھنوی کا استفسار اور اس کا مفصل جواب اس سوال و جواب پر بیاض ختم ہو گئی ہے۔  
اس بیاض میں ایک تحریر حضرت شاہ ولی اللہ کی ہے اس کے آخر میں ہے  
من افادات الشيخ الاجل ولی اللہ قدس سرہ نقلاً من خطہ التوفیق

۱۔ اعتماد اللہ غلام حیدر خاں ابن رفعت اللہ بخش رفعت اللہ خاں بہادر نصرت جگ جاتی  
کا کوروی مولانا محمد قاسم آبادی سے علم حاصل کیا۔ سرکار اودھ میں بڑے منصب پر فائز تھے ۱۲۵۲ھ  
میں وفات پائی۔ (تذکرہ مشاہیر کوری)

۲۔ شیخ حسین بن ابراہیم کھنوی طریقہ قادریہ کے مجاز و رکعی کتابوں کے مصنف  
تھے ۱۲۳۳ھ میں لکھنویں انتقال ہوا۔ (ذریعہ انوار جلد ۱)

یعنی یہ شیخ اعظم حضرت شاہ ولی اللہ کے افادات میں سے ہے جس کو میں نے اُنکی دستخطی تحریر سے نقل کیا ہے۔

بیاض کے دو صفحوں میں تفسیری و تجویذی مضامین و تحقیقات ہیں۔  
ایک مراسلہ قاضی محمد اعلیٰ تھانویؒ رمولت کثافت اصطلاحات الفنون کے نام پر جس میں قرأت سے متعلق ایک تحقیقی جواب تحریر فرمایا ہے اس کے آخر میں ہے۔

هذا اما قال بقمه وكتب بقلمه الفقير الى الله عبد العزيز الدهلوي الحرى  
على الله عنه۔

اس کے بعد مولانا رشید الدین دہلویؒ کی یہ عبارت ہے۔

هذا مراسلة كتبها الشيخ الاجل الاجل الشيخ عبد العزيز  
الى قاضى محمد اعلیٰ

اس بیاض کا جتنا حصہ میں نے نقل کیا ہے اس میں انتخاب و تخیص کرتے ہوئے اصل فارسی یا عربی عبارت کو درج کر کے اسکا ترجمہ پیش کروں گا۔  
یہ بھی عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس بیاض کی جتنی تشریروں میں وہ نادرو غیر مطبوعہ میں سوائے چند کے جو فتاویٰ عبد العزیز زہیات ولی اور آثار البصااید میں موجود ہیں اگر ایسے ایک دو مضمون نظم و شرایں گے تو یا تو مطبوعہ کی غلطی کا اظہار کرنے کے لئے یا اسکی افادیت اور اہمیت کو پیش نظر رکھ کر ناظرین کو اس کے

مفہوم سے واقف کرانے کے لئے —

اب میں بیاضی کے مندرجہ مکاتیب شاہ عبدالعزیز میں سے ان مکاتیب کو سامنے لا رہا ہوں جو شاہ اہل اللہ رحمہ اللہ شاہ عبدالعزیز، و شاہ نور اللہ دُختر شاہ عبدالعزیز کے نام ہیں — اُن کے بعد شاہ اہل اللہ کے مکتوبات بنام شاہ عبدالعزیز کا اندراج ہوگا۔ ان خطوط سے تاریخ کے بہت سے گوشے واضح ہونگے۔

## مکتوب شاہ عبدالعزیز اپنے چچا شاہ اہل اللہ کے نام

(بزبان عسری منظوم)

الی المجلس المحفوف بالمکام	سیدنا و سدا نعم محمد حضرت
والمعالی اعنی بہ سیدنا	شاہ اہل اللہ تبارک و تعالیٰ خدمت
وسندنا و محفلنا مکان الروح	میں —————
فی جسدنا و ذخیرۃ یومنا	
ولقد تاسیدنا العروسلیہ	
اللہ تعالیٰ ظلالہ عن الافول	
واحل محال القبول۔ آمین	
بعد رفع السلام والاکرام	بعد سلام مسنون یہ گز کار فقیر

فيقول الفقير ذو الآثام  
 ان هذا الفقير محفوظا  
 عن شرور الزمان والاسقام  
 يثني الله بعد كل صلوة  
 ان يعافيه فاقض الانعام  
 ويعافي جميع رفقته  
 من ذكوره ونسوة وغلام  
 خصوصاً جناب حضوركم  
 من جميع البلاء والآلام  
 ثم ان البلاد فاسدة  
 من ايامي الغشوم والظلام  
 غير خاف عليها واصنعت  
 عرض کرتا ہے۔  
 کہ میں مجسدا اللہ زمانے کے شرور  
 سے محفوظ ہوں۔ ہر نماز کے بعد میں  
 اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال  
 کرتا ہوں۔ نیز یہ دعا کرتا ہوں کہ  
 اللہ تعالیٰ تمام رفقاء و متعلقین کو  
 عافیت سے رکھے خصوصاً جناب  
 عالی کو تمام بلاؤں اور مصیبتوں سے  
 محفوظ رکھے اسکے بعد عرض ہے کہ ہماری  
 ملک کے علاقے ظلم و ستم کے ہاتھوں برباد  
 ہو رہے ہیں آپ پر یہ بات مخفی نہ ہوگی  
 کہ ایک قوم نے تو شام کی جانب

لہ حیات ولی ۳۳۵ ۳۳۶ پر منظوم مکتوب پورا درج ہے مگر اس میں کاتب کے قلم سے اور غزل  
 کچھ مولف کے تصریحات سے افلاطین چنانچہ اس شعر کے دوسرے مصرعے کو یوں لکھا ہے :-  
 ع قوم بیک کائیت التوشام۔ بجانب کاکایت بنا دیا گیا۔ تو شام مغربی پنجاب کا ایک شہر ہے۔  
 ملاحظہ ہو معیار الاوقات مؤلف پر فیض عبد الواسع مرحوم شعر کے غلط چھپنے اور تو شام کے معنی دہائی لکھے ہوئے ہیں

قوم سبک بجانب التوسل  
 خفصو کل قریب و مضوا  
 یفتحون الحصون و الاطام  
 ذهبوا عند قة من الرمال  
 او ثقوا عند من الایام

مکتوب شاہ عبد العزیز — بنام شاہ اہل اللہ (کچھ حصہ)

..... و بعد فانی الحمد للہ  
 علی ما کسائی من سر لیل الصبح  
 و قص العافیة و اطعمنی  
 اقوات الامن و ارضت  
 الرفاهیة و انہا نعمة

بد سلام سنون عرض ہے کہ میں  
 اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اس  
 احسان پر کہ اس نے مجھے صحت عافیت  
 کا لباس پہنایا اور امن و رفاہیت  
 سے نوازا۔ دراصل یا ایک بڑی نعمت

و صرگذا شتہ کا بیعہ حاصل ہے۔ معلوم رہے کہ اس کا بھنا بھنگ تھا۔ حضرت مولانا گیلانی کو بھی  
 اس شعر کا مطلب کھنے میں ایسی بنا پر رقت پیش آئی۔ مولانا گیلانی نے اپنی ذہانت کی مدد سے اس کا مطلب  
 بیان کر چکے جدید و شہ و بابے وہاں تک تصحیح عطا نہ کر سکی کی گئی..... اس لفظ کا یہ صحیح مطلب سمجھیں نہیں  
 یا آقا و الفرقان شاہ ولی اللہ (نیر شاہ) حضرت گیلانی رحمہ اللہ علیہ کی زندگی میں یہ تصحیح ماننے کو تیار  
 وہ کس قدر دوسرے ہوئے۔

عظيمة ومخفة جسيمة  
کما قيل في  
وما العايش الا في الخمول مع الغنى  
وعانية يندوبها ويروح  
بيل ان قررة العين عاتية  
سلمها الله تعالى كانت  
قامت على فقضل الله تعالى  
بازالة اكثرها وهو المرجو  
لازالة غيرها الخ

جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے نصیب ہو  
ایک شاعر کہتا ہے :-  
اصل زندگی تو یہ ہے کہ گوشہ گمائی ہو  
اور غنی و عاقبت صبح و شام نصیب ہو -  
نور چشمی عاتق سلہما اللہ تعالیٰ  
بیمار تھی اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ  
بیماری کا بڑا حصہ زائل ہو گیا اور جو کچھ  
بیماری کا اثر باقی رہ گیا ہے اللہ ہی سے  
امید ہے کہ وہ اسکو بھی زائل فرما دے گا۔

مکتوب شاہ عبدالعزیز ————— بنام شاہ نور اللہ  
بعد السلام.....

قد ورد علينا مكنو بكم المكرم  
ومات سطروں کے بعد،  
ان الا كما يوقد استقرت  
ارائهم..... متوكلا على الله  
الى البدهانه بعد ان

بڑوں کی رائیں متوکلا علی اللہ  
بڑھانہ رہنے کی ہو رہی ہیں۔  
البتہ ان کا ایک طبقہ وہاں



كانت طائفة منهم  
 لا يطيعون للاقامة هناك  
 لانها تدعى البغضاء والشحناء  
 الى اهالي تلك الاطراف  
 والاملاك وطائفة  
 رتبتم تلك المواضع على كل  
 مكان سواها وتخصن  
 عن مفاسدها ومنافع  
 غيرها واما الفقير فالبلدان  
 عندها ماها الى

کی اقامت کو اس نے پسند  
 نہیں کرتا کہ کبھی وہاں کی  
 سکونت وہاں کے رہنے والوں  
 کے بغض و حسد کا باعث نہ  
 بن جائے۔ ایک گروہ ہر حال  
 میں انھیں مقاماتِ رذیلت  
 وغیرہ کو ترجیح دیتا ہے۔  
 فقیر کے نزدیک دشمنی اور  
 دوزخ میں ہیں۔

## مکتوب شاہ عبدالعزیز — بنام شاہ نور الدین علی پوریؒ

.... من الفقير عبد العزيز  
 بعد دفع السلام والغرام  
 .... ان هذا الفقير مع  
 جميع توابعه ولو احقه  
 داخل في حوزة العافية  
 فقير عبد العزيز بسلام والظهار  
 استيقان عرضي پروا نہ ہے کہ میں  
 تمام متعلقین و لاحقین کے ساتھ  
 امن و عافیت سے ہوں۔ البتہ  
 برخوردار .... سلام اللہ الصمد

نَا ثُمْ فِي مَهْدِ الرَّفَاهِيَةِ  
 بَيَدِ اَنْ قَرَّةِ الْعَيْنِ فَلَا  
 سَلَامَ لِلَّهِ الصَّلَاةُ قَدْ مَلَتْ  
 عَلَيَّ يَدَايَهِ الْحَبْرَةِ وَالْجَرَبِ  
 وَعَرَضَتْ لِي بَدَنُ الْكَافِ الْخَفِيِّ  
 وَمَا يَتَّبِعُهَا مِنْ الْاَذَى وَ  
 التَّعَبِ وَامَّا قَرَّةُ الْعَيْنِ  
 فَلَا تَسْمَعُ سَلَامَهَا اللَّهُ تَعَالَى  
 فَقَدْ كَانَ احَاطَتْ بِهَا  
 الْاَمْرَاضُ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ  
 مِنْهَا الْاَسْهَالُ وَسُوءُ الْقَنِيَةِ  
 وَالنَّفَخُ عِنْدَ تَنَاوُلِ الْغَدَاءِ  
 وَسُوءُ الْهَضْمِ فَازَالَ اللَّهُ  
 بِفَضْلِهِ أَكْثَرَهَا وَهُوَ الْمَرْجُو  
 لِإِزَالَةِ غَيْرِهَا — فَالْمُتَمَسِّسُ

کے دونوں ہاتھوں پر سرخی  
 اور کھجلی ہو گئی ہے اور اُسی کے  
 باعث اس کو بیمار ہو گیا ہے —  
 نور چشمی..... سہلہ اللہ تعالیٰ کو  
 بہت سے امراض نے چاروں طرف  
 سے گھیر لیا تھا ان میں سے چند  
 یہ ہیں — اسہال، سوء القنیۃ  
 کھانا کھانے کے بعد نفخ، بد ہضمی  
 — اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل  
 سے امراض کو زائل کر دیا۔ جو  
 باقی رہ گئے ہیں ان کو بھی امید  
 قوی ہے کہ وہی رفع فرما دے گا۔  
 آپ سے یہ اہتماس ہے کہ آپ  
 ان دونوں کی شفا کیلئے دعا فرمائیں  
 — ان دونوں اللہ تعالیٰ کے

لے فرما دین کی وہ نہجیت جو مرض استسقا کا تندرہ ہوتی ہے اسطلاح طب میں سوء القنیۃ کہلاتی ہے۔

من مجلسكم الساعى لالزال  
 سَامِيًا اَنْ يَدْعُوَ اللّٰهَ  
 لِشَفَاتِهَا — وَمَنْ  
 اَجَلَ نَعْمَ اللّٰهُ فِيْ هٰلِكَ  
 الْاَيَّامِ بِاَرَادَةِ اللّٰهِ كَيْدَ الْكُفْرِ  
 فِيْ غَوْرِهِمْ وَحِفْظِنَا مِنْ  
 شُرُوْدِهِمْ ذَا لِكَ اَنْ  
 جَمَاعَتِهِ مِنَ السَّكِيَّةِ قَصِدُوا  
 اَوْطَانَهُمْ بَعْدَ مَا قَضَوْا  
 مِنْ بَلَاءِ جَمَاعَاتِ اَوْطَانِهِمْ  
 فَوَرَدُوا فِيْ اَشْأَاءِ السَّبِيلِ  
 عَلَى هٰذَا الْبَلَدِ الَّذِي  
 لَيْسَ لَهُ سُوْرَى اللّٰهُ حَافِظًا  
 وَلَا كَفِيْلًا فَاَرَادُوا مِنْهُ  
 مَا يَرِيدُوْنَ مِنْ غَيْرِ  
 مِنَ الْبَلَاءِ وَفَحَالًا اللّٰهُ  
 تَعَالٰى بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ

بڑے انعامات میں سے ایک  
 انعام یہ ہے کہ اس نے دشمنانِ  
 دین کے حیلوں کو انھیں کیلن  
 پٹ دیا اور ہم کو ان کے شرور  
 سے محفوظ رکھا۔ ایک جماعت  
 سکھ نے جاٹوں کے علاقے پر  
 کامیاب پچھا پہ مارنے کے بعد  
 جب اپنے وطنوں کا قصد کیا تو  
 اٹھائے راہ میں ہمارے اس شہر  
 سے ہو کر گزرے جس کا حافظہ و  
 والی سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی  
 نہیں۔ اس شہر میں پہنچ کر انھوں  
 نے حسبِ عادت غارتگری کا ارادہ  
 کیا اللہ تعالیٰ نے ان کا ارادہ پورا  
 نہ ہونے دیا، افضل خاں وغیرہ  
 رووڑا شہران کے مقابلے کے  
 لئے کھڑے ہو گئے پھر تو انکو مجال

مَا يَشْتَهُونَهُ مِنَ النَّهْبِ  
 وَالْفَسَادِ وَنَهَضَتْ  
 أَفْضَلُ خَافَ وَغَيْرُهُ مِنْ  
 رُؤْ سَاءِ الْبَلَدِ لِمَقَابِلَتِهِمْ  
 وَدَفَعَهُمْ فَلَمْ يَتَعَرَّضُوا لَهُمْ  
 وَمَضُوا بِسَبِيلِهِمْ وَكَفَى  
 اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَ  
 وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا  
 وَلَكِنْ مَرَّوَرُهُمْ فِي تِلْكَ  
 الْأَطْرَافِ وَحَبِيرُهُمْ عَلَى  
 بِلَادِ الْمُسْلِمِينَ الصَّنْعَاتِ  
 يَشُوْشَنَ وَيَدْفَعُهُ مَا شَهِدَتْهُ  
 مِنْ لَطِيفِ صُنْعِ اللَّهِ وَحَسْبَى  
 أَنْ لَا يَكُونَ لَهُمْ سُلْطَانٌ  
 عَلَيْهِمْ أَنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى

مقادمت نہ ہوئی اور اپنا راستہ  
 اختیار کیا " اللہ تعالیٰ نے مومنین  
 سے قتال کی نوبت نہ آنے دی۔  
 اللہ تعالیٰ زبردست اور غالب ہے  
 اگرچہ دشمنان دین کا ان اطراف  
 سے گزرنا اور ضعیف مسلمانوں کے  
 شہروں سے عبور کرنا تشویش پیدا  
 کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی مدد کی نصرت  
 دیکھ کر تشویش ختم ہو جاتی ہے  
 اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے توقع  
 یہی ہے کہ ان لوگوں کو اہل اسلام  
 پر غلبہ نہیں ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

# مکتوب شاہ عبدالعزیز — کسی عزیز کے نام

اما بعد المرسوم بين الاحياء  
من القيمة والدعا فقد  
طالعت رقيتكم الاينقد  
التي صدرت عننا باسم خولج  
محمد امين ودستورها  
غلاف ديوان الحزين  
والطعت ما فيها من المضامين  
المتنوعة ومكان من  
جملتها الاستفسار و  
الاستكشاف عما فقرر  
من احتمالي الائمة  
والارتمال فاعلموا ان  
الفقير ايضا عندا او  
بعد غدا قاصد وذلك  
لان الوالدة والاخوة  
لا تدعوني ان اقيم ههنا  
بعد سلام وداعكم واضح جو کہ میں  
نے آپ کے اس مکتوب گرامی کا مطالعہ  
کیا جو خواجہ محمد امین کے نام تھا  
اور جس کو دیوان حسرتیں کے  
غلاف میں آپ نے رکھا تھا۔  
میں نے اس کے تمام مندرجہ مضامین  
پڑھے۔ اس میں میری اقامت  
اور سفر کے بارے میں بھی سوال تھا۔  
آپ کو معلوم ہو چاہیے کہ فقیر  
بھی آج کل میں جانے کا قصد کر رہا  
ہے میری والدہ اور بھائی مجھے  
یہاں تنہا چھوڑنے پر راضی نہیں  
ہیں۔ میں نے بھی سفر کی اس  
مشقت کو جو سب کے ساتھ ہواپنی  
انفرادی اقامت کی راحت پر  
ترجیح دیکر ان کے فیصلے کو قبول

منفرداً

..... تعب السفر الذي

يجي في الاجتماع ادلى

من لذة الافامة

التي في الانفراد فقبلت

منهم ذالك وقد تقرر التوجه

الى البلد هانہ بالفعل

ثم ان طلعت شمس الفتن

من المشرق ادا المغرب

نرحل من هناك والى

الموضع المعلوم واسمہ

وان سكنت بريلجها الجنوبية

والشمالية اخترنا العود

الى هذا البلد المألوف

عبرة الله — واما

طلب الكتب المرقومة

فالقول الفصل فيها

کر لیا۔ اب بالفعل بدھتہ کی

سکونت طے پائی ہے۔ پھر اگر مشرق

یا مغرب سے فتنے نمودار ہوئے

تو ہم وہاں سے ایک اور مقام پر

چلے جائیں گے جو زمین میں ہے۔

اگر جنوبی اور شمالی فتنے دب

گئے تو پھر ہم اسی بلد الموف

روہلی کی طرف لوٹنا پسند کریں

گے۔ اللہ تعالیٰ اسکو آباد رکھے۔

اور آپ نے جو مجھ سے چند کتابیں

طلب کی ہیں اس کے بارے میں

صحیح بات یہ ہے کہ تمام کتابیں

انہا سدت فی الغرائر  
لا یطاق اخراجها الا ان  
وسا بلغها ان شاء اللہ  
تعالیٰ بعد الاستقرار  
فی موضع ..... واما  
رسالة الجمع بین وحدتی  
الوجود والشہود فهو  
مکتوب سیدنا الوالد  
قدس سرہ ..... الی  
افندی اسمعیل الرومی و  
لقبه بالمکتوب المدنی و  
کن الک مقدمة ازالة للقاء  
مسند ودة فی الغرائر واما  
دیوان الحریں فقلطاعت  
بعضه من ذرورة النهار  
الی هذه الوقت وارسد علی  
یذکی حامل الرقیة والسلاط

باندھ کر صند و قون وغیرہ میں  
رکھ رکھی ہیں۔ اس وقت تک  
تکالیف بہت مشکل ہے۔ کسی جگہ  
استقرار نصیب ہونے پر انشاء اللہ  
تعالیٰ ان کتابوں کو جلد تصدیق و تکمیل  
اور رسالہ وحدت الوجود والشہود  
جو دراصل والد صاحب قدس سرہ  
کا افندی اسمعیل رومی کے نام  
ایک مکتوب ہے، جسے مکتوب  
مدنی کا نام دیا گیا ہے نیز انالکھا  
کا مقدمہ یہ دونوں بھی دیگر کتابوں  
کے ساتھ بند ہیں۔ آپ نے جو  
دیوان حزقی کا نسخہ بھیجا تھا اسکا  
بعض حصہ آج دیکھ لیا ہے۔ حامل  
رقعہ کے ہاتھ اسکو واپس کر رہا ہوں

والسلام

# مکتوب شاہ عبد العزیز — بعض افعال کے نام

السلام علیکم ورحمة  
اللہ وبرکاتہ۔

وبعد — فقد طال انتظار

سرح المحضیہ الی الآن

ولم یصل بعد — فکانہ

لم یفق لاهل الفاہت

(رسالہ — قد اشتغل

به الشیخ رفیع الدین سلمہ

ربه والنسخة منفردة

علیہا یعتمد فی الصصة

والسقم ومع ذالک فی

سقیم فی الغالب فالواجب

ان یبلغ اقصى الجهد فی

الطلب فان اتفق فیہا

(والآ) فالیاس احدی الریحین والسلام

بعد سلام سندن واضح ہو کر شرح  
چغنی کا انتظار بہت طویل ہو گیا۔

ابھی تک یہ کتاب نہیں پہنچی —

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اہل پہلست

اس کتاب کو بھیجنے کا موقع نہیں

پاسکے۔ یہ کتاب برادر عزیز شیخ

رفیع الدین سلمہ کے مطالعہ میں ہے

صرف ایک ہی نسخہ ہے جس پر صحیحہ

غلط کا دار و مدار ہے پھر وہ بھی اکثر

غلط ہے اب ابھی طرح کوشش

کر کے دوسرا نسخہ تلاش کریں۔ اگر

مل جائے تو بہتر ہے ورنہ ناامیدی

بھی ایک قسم کی راحت ہے۔



# ۱۴۰ مکتوب شاہ عبد العزیز بعض فاضل کے نام

اما بعد السلام المسنون  
فقد وصلت صحیفہ تم  
الشریفہ محتویۃ علی  
عافیتکم وعافیۃ اہل  
بیتکم۔ فشرنا اللہ علی  
ذالک۔ وان سالتم عنا۔  
فنعن ایضاً بحمد اللہ بعافیۃ  
ودفائیۃ غیر ان ماجری  
فینا من تقلیرات اللہ  
تعالی (رحلۃ) الولد العزیز  
احمد واختلال الانتظام  
المنزلی الخ

بعد سلام مسنون۔ آپ کا گرامی نام  
بلا جو آپ کی اور آپ کے متعلقین  
کی عافیت پر مشتمل تھا۔ اس پر  
اشد کا لاکھ لاکھ شکریہ ہے۔ اور  
ہماری حالت دریافت طلب ہو تو  
ہم بحمد اللہ عافیت و دفاہیت  
سے ہیں۔ البتہ تقلیرات  
الہیہ کا پلور میساں احمد کے  
انتقال اور انتظام منزلی کے  
اختلال کی شکل میں ہوا۔ الخ

اس مکتوب سے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ عبد العزیز کے ایک صاحبزادے کا نام احمد تھا

# مکتوب شاہ عبدالعزیز بنام شاہ نور اللہ خسرو شاہ عبدالعزیز رضا

..... فہما شاع و ذاع و وہ بات جو بہت شائع مشہور اور  
 ملایہ السماع و تواتر و بل گمشدہ (و خاص و عام) ہو رہی ہے  
 وقع علیہ الاجماع بلکہ تو اتر کی مدحک پہنچ گئی ہے۔  
 فہو من مرکب الدرائی یہ ہے کہ شکر احمد شاہ درانی اٹھ کھڑا  
 الی تسخیر ہند و البلاد ہوا ہے یہاں کے شہروں اور علاقوں  
 والادباع وان مقلعۃ کو مسخر کرنے کے لئے۔۔۔ اس کے  
 حیثہ عبرت النہرا و مقدمہ انجمن نے ہنر کو عبور کر لیا ہے۔

۱۔ جنگ پانی پت کہ بعد احمد شاہ درانی تین مرتبہ اور ہندوستان میں اپنا لشکر لیکر آئے جن میں ایک  
 مرتبہ حضرت شاہ نور اللہ محدث دہلوی کی جرات میں اور دو مرتبہ ان کے جہد۔ ان دنوں میں ایک دفعہ  
 ۱۷۶۱ء میں اس وقت یہ مشہور ہو گیا تھا کہ درانی کا مقصد اس محلے سے انگریزوں کو جنگال سے  
 لکانہ ہے چنانچہ انگریزوں نے بھی ایک دستہ الہ آباد بھیج دیا تھا کہ اور وہ یہاں مقابلہ ہو جائے اسکے  
 بعد ۱۷۶۹ء میں آخری بار لکھنؤ سے نبرد آنا ہوئے اس مکتوب میں ان آخری آؤدھلوں میں سے  
 کسی ایک کا ذکر ہے اس مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ پانی پت کے بعد دریاں میں درانی کی شوکت  
 میں کچھ غفلت آ گیا تھا بعد کو یہ غفلت زور پائی۔

کادت و مشکته اللہ  
 فارقتہ قد عادت و  
 انه بنفسہ وصلالی  
 جلال آباد و حصہ من  
 رؤساء الافغانہ له  
 الاتقیاد هذا اهل الخیر  
 المحقق المنقح بحسب الظن  
 والذی سار فی الاطراف  
 کالمثل السائر والعلو  
 عند العلیم الخیر۔  
 واما کفاد مرهطہ فہم  
 علی ما کالذاعلیہ من  
 السکون جامدون فی  
 خیم الادب و معنکر  
 الخسران۔  
 یا خبر کیا چاہتا ہے، اور اس کی  
 پہلی شوکت جو اس سے باقی رہی  
 تھی اب پھر لوٹ آئی ہے۔ اور وہ  
 بنفس نفیس جلال آباد... تک پہنچ  
 گیا ہے۔ افغان رؤساء اس کے  
 تابع فرمان ہو گئے ہیں۔ یہ خبر  
 بحسب الظن اور خبرت کے لحاظ سے  
 محقق اور منقح ہے۔ باقی اصل  
 عظیم خدا کے علیم و خیر ہی کو ہے  
 گردہ سرہٹ اسی حال میں ہے جس  
 حال پر تھا، یعنی سکون و جمود میں  
 مبتلا ہے اور ادب و خسران کے  
 خیموں میں سکونت پذیر ہے

## کتاب شاہ اہل اللہ بنام شاہ عبد العزیز

یا من هو عزیز عند القلوب      اے وہ کہ جو سب کے دلوں کو عزیز  
 و یا من فضله بالعلم علام      ہے اور جس کو علم تمام الغیوب نے  
 الغیوب . نسأل الله لنا و      علم کے ساتھ فضیلت بخشی ہے۔  
 لکم ان یغینا و ایاکم من      ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست  
 مشرور و الزمان خصوصاً      کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اور تم کو ضرور  
 من غلبة اهل الطغیان      زمانہ سے محفوظ رکھے خصوصاً اس  
 فی البلد ان وقد وصل      قتلے سے جو اہل طغیان کے غلبے کی  
 الینا مکتوبکم المرغوب      صورت میں شہروں میں رونما ہے  
 و اطلعنا علی ما فی      ہمارا مکتوب مرغوب پہنچا۔  
 مطویاتہ من تلاقی      اور اس کے مندرجات سے آگاہی  
 الفتنین و مصاد الفرقین      ہوئی انہیں دو گروہوں اور جماعتوں  
 فتنۃ تقاتل فی سبیل الله      کی نبوہ آزادی کا بھی ذکر ہے۔ ایک  
 و اخری کافرة ید و نہم      جماعت فی سبیل اللہ قتال کرنے  
 مثلیہم رأی العین ملوچہ      والوں کی ہے اور دوسری مخالفین  
 من فضل الله سبحانه ان      اسلام کی جن کی تعداد دیکھنے میں

ينصور المسلمين ويخذل  
 الكافرين... فكم من فئة  
 قليلة غلبت فئة كثيرة  
 باذن الله — والذي يجمع  
 من اخبار جنود الشجاع الدوله  
 من كفار فرنگي فاني الله  
 المشتكى — الايام ايام  
 الفتن والحوادث ونحن  
 فقراء المسلمين مثل  
 دو گنی نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ  
 کے فضل سے امید ہے کہ وہ مسلمان  
 کو کامیاب اور ان سے مقابلہ  
 کرنے والوں کو ناکامیاب کرے گا۔  
 .... "کتنی کچھ کم تعداد کی جماعتیں  
 ایسی تھیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے  
 بڑی تعداد والی جماعتوں پر غالب  
 آئیں۔" اور وہ خبر جو کفار فرنگی  
 (انگریزوں) کے ہاتھوں شجاع الدولہ

۱۷۵۷ء میں پلاسی کی جنگ کے بعد ہندوستان میں انگریزوں نے اپنی سلطنت کی گواہ بنیاد  
 رکھ دی تھی۔ کلکتہ پر تو انگریز پہلے ہی قبضہ کر چکے تھے اس کے بعد انھوں نے بنگالہ پر بھی اپنا قبضہ جمایا۔  
 میر قاسم نے بھاگ کر اودھ کے نواب شجاع الدولہ کے پاس پناہ لی۔ پھر شجاع الدولہ، میر قاسم اور افضل  
 بادشاہ شاہ عالم ان تینوں نے مل کر ملنے پر حملہ کیا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ پھر یہ تینوں دوسری مرتبہ ۱۷۵۸ء کو  
 ۱۷۵۷ء کو بکسر کے میدان میں جمع ہوئے۔ انگریز فوج نے کہ مقابلہ کے لئے آیا۔ بڑی بھاری جنگ ہوئی۔  
 جس میں شجاع الدولہ و خیرہ کو شکست ہوئی۔ شاہ عالم نے اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالے کر دیا۔  
 شجاع الدولہ دوبارہ کچھ دنوں بعد اپنی فوج جمع کر کے مقابلے کے لئے نکلے، پھر شکست ہوئی اور انگریزوں  
 (باقی اگلے صفحہ)

حشرات الارض من اتی  
 علیہا ید شہا بالاقدام  
 لا یطیع الا افعال  
 من بلدالی بلدی واین المفز  
 لا ملجاء ولا منجاء من الله الا  
 الی الله۔ کان ما کان۔  
 لکن الرقعة التي فیہا اخبار  
 السکھان ادحشا غایة  
 الوحشة۔ فان شرورهم  
 احبدهم ان یحاکم منہا القربم  
 وھجومهم بغتة کما وقع  
 مرارا وعدوانهم شدید  
 یفعلون بہم ما لا یفعلون

بکے لشکر کی شکست سے متعلق سن رہی جا رہی  
 ہے (اس سے صدمہ ہو) پس اللہ ہی  
 سے ہماری فریاد رہے یہ زمانہ حوادث  
 کا زمانہ ہے۔ اور ہم فقرا و مسکین  
 بے وقتی میں حشرات الارض کی مانند  
 ہو رہے ہیں کہ جو آتا ہے ہم کو پامال  
 کر جاتا ہے۔ ہم نہ کہیں پاسکتے ہیں  
 نہ کسی جگہ منتقل ہو سکتے ہیں۔ اور  
 بھاگنے کی جگہ بھی کہاں ہے؟۔  
 کوئی ملجاء اور نجات کا ٹھکانہ اللہ  
 سے پناہ کر نہیں۔ بس اکی بطرف  
 رجوع کرنے میں نجات ہے۔  
 یہ واقعہ تو ہوا سو ہوا۔ ہتھکڑی

(بقیہ ماضیہ صفحہ گذشتہ)

سے معافی مانگی۔ اس مکتوب میں غالباً بکسر کی شک کے ذریعے جس کا سال چھری نشانہ ہے اور جو حضرت  
 شاہ ولی اللہ کی وفات سے ڈھائی سال بعد ہوئی تھی مادہ ممکن ہے کہ بکسر کے بعد وائی جنگ کا ذکر ہو جس میں  
 شجاع الدولہ کا لشکر تباہ ہوا تھا۔ اور ہم بکسر سے تھوڑے عرصے بعد ہوئی تھی۔

بغیر ہم۔ خصوصاً من  
 کان معروف فی العلم  
 والمشیخة اعادنا اللہ  
 وجميع المسلمين من  
 شرورهم وخبث صدورهم  
 والسلام

اس خط نے جس میں سکھوں سے  
 متعلق لکھا تھا بہت زیادہ فکر  
 میں ڈال دیا۔ ان کے شروع سے  
 خوں ہونا ہی چاہیے۔ اس لیے  
 کہ یہ قریب کے ہیں اور ان کا ہجوم  
 اچانک ہوتا ہے جیسا کہ کئی مرتبہ ہو  
 چکا ہے اور اس وقت ان کی دشمنی  
 بھی دوسروں کی نسبت اہل اسلام  
 سے شدید قسم کی ہے۔ خصوصاً ان  
 حضرات سے جو علم و شیخیت میں معزز  
 و ممتاز ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور جمع  
 مسلمین کو ان کے شرور اور خبث  
 صدور سے محفوظ رکھے۔ والسلام

# مکتوب شاہ اہل اللہ بنام شاہ عبدالعزیز

(۱) یا اے اہل الصفا کی مقبول (۱) اے وہ کہ اہل حجاز کے نزدیک تمہارے

تم الذی یا بیک من فضل فاعول اندرون کی غویاں قبول دیندہ ہیں۔

(۲) ان السعادت کلہا فی کلکم مشہور اور امید کی جاتی ہے کہ تم پر فضل الہی

والخیر فی اصلا بکم واللہ مجبول سایہ نکلن ہم گا۔

(۳) یا قی من الخبا رما یدھش قلوبنا (۲) سعادت کلیتہ تمام سب میں ظاہر

فالمحظ من کان من الاوقات مسئلہ اور روشن ہے۔ اور خیر تو خدا کی قسم

(۴) اللہ یحفظہ ایاکم من البلاء تمہارے خاندان کی سرشت میں ہے۔

(۵) فی الدین والدنیا فبعض الخلق مقبول (۳) خبر میں اس قسم کی آبر ہی میں جس

سے قلوب خوف زدہ ہیں۔ کفایت

سے حفاظت کی درخواست اللہ تعالیٰ

سے کی جا رہی ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم سب کو

۷۔ یہ منظر مکتوب خاں شاہ عبدالعزیز کے اس منظوم خط کے جواب میں ہے جس کا ایک شعر ہے۔

ایام برداشت والقلب مجزع من قوم سکھ دان الحق محقول

اور جو حیات ولی کے قلم ۳۲۴۳۳ پر درج ہے۔



بلاؤں سے محفوظ رکھے۔ دین میں بھی  
اور دنیا میں بھی۔ بعض مخلوقات  
بہت ہی پریشان اور بے حال ہیں

## مکتوب شاہ عبد العزیز بنام مولانا رشید الدین خاں دہلویؒ

خاں نصیر علی مراد جہانگیر  
والفضائل سلالۃ العلماء  
الافاضل مرحی السجایا والشمائل  
صلی اللہ وابعادہ والی معارج  
الکمال الدارین رقاۃ۔  
ابا بعد اہلہاء السلام المسنون  
ولغات الدعاء الذی ہو  
بالخلاص مجنون ویکمال  
المودۃ مشہون فقد وصلت  
رفیقکم الکریمۃ ودلت علی  
عافیتکم من جمیع الوجہ  
وکانت لداء الانتظار تیمۃ

خاں صاحب عالی مراتب جامع الفنون  
والفضائل..... کو اللہ تعالیٰ سلامت  
رکھے اور کمالات دارین کی بلندیوں  
پر فائز کرے۔ بعد سلام مسنون اور  
ایسی دعا کے بعد جو اخلاص سے مرکب  
اور کمال محبت سے بھری ہوئی ہے۔  
واضح ہو کہ تمہارا مکتوب آیا اور اس  
نے تمہاری ہر طرح کی عافیت سے  
مطلع کیا۔ یہ مکتوب مرض انتظار کے  
لئے تعویذ ثابت ہوا۔ اب اگر تم مجھ  
سے میل حال دریافت کرتے ہو تو بھائی  
میں اپنی داستان کو مفصل بیان

وان سالتم عن حالی  
فلا استطیع شرحها  
خوفاً من ملالة الاصل  
وكتابة الحباء اما  
مرض القدر یم قتل  
اشتل حبذا الایما  
قصور البصارة وھیجان  
العیین فان ذالک منع من  
اکثر اشغالی والی اللہ المثلکی  
وهو المستعان

کرنے سے قاصر ہوں۔ ڈرتا ہوں کہ  
کہیں طول تحریر دوستوں کی نگہیں اور  
تکلیف کا باعث نہ بن جائے۔ مختصر  
یہ ہے کہ جو بیماری پہلے سے چلی  
آ رہی تھی اس نے اب شدت اختیار  
کر لی ہے۔ بالخصوص ضعف بصارت  
اور آشوب چشم نے مجھے اکثر اشغال  
سے روک دیا۔ بس اللہ ہی  
سے فریاد کرتا ہوں اور وہی ایسی  
ذات ہے جس سے مدد طلب کی  
جاتی ہے۔

من رشحات اقلام قدوة الادباء

الشیخ عبد العزیز

..... ولما تم تحریر الجواب و  
حان تختم الكتاب دار

اب جبکہ جواب لکھا جا چکا اور مضمون  
خط ختم ہو رہا ہے۔ میرے دل میں یہ

فی خلدی ان اخبرکم  
 ببعض النعم التي انعم  
 الله علی وثبت اساسها  
 واختار براسها لدی  
 فمنها ان سیدی والدی  
 رضی الله عنه لبنا تو فی  
 والحق بالملاء الاعلی  
 ترکنی صغیر السن الا انی  
 لما عاود مع صغیر سبئی  
 علما من علومه وسانا من  
 شیونہ الا وقل اخذت منه  
 بحیلة کافیه وتشبثت من  
 اذیاله بقطعة دافیه فوالله  
 من فضل الله علینا وعلی  
 الناس وکان من اسباب فاک  
 ما زلت منذ امیت عنی التماثر  
 ونیطت فی العماثر مشغوفاً

بات آئی کہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی  
 بہت سی نعمتوں میں سے ان چند نعمتوں  
 سے مطلع کروں جو اس نے میرے  
 اوپر خاص طور پر کی ہیں۔ بجز ان  
 نعمتوں کے ایک یہ ہے کہ حضرت  
 وابد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے جب وفات  
 پائی اور ملازمتی سے محنت ہوئے  
 انھوں نے مجھے صغیر السن چھوڑا تھا مگر  
 میں نے باوجود اپنی کم عمری کے ان کے علوم  
 میں سے کوئی علم نہ چھوڑا جس کو حاصل  
 نہ کیا ہو۔ اتنی عمر میں میں نے ان سے  
 کافی استفادہ کیا۔ یہ محض اللہ کا فضل  
 تھا میرے اوپر اور تمام انسانوں پر۔  
 کم عمری میں استفادہ کرنے کے اسباب  
 میں سے ایک سبب ظاہر یہ بھی تھا کہ  
 میں نے جبکہ ہوش سنبھالا میں برابر  
 حضرت والد ماجد کی صحبت اقدس

بمصاحبة مولعا بقربه  
 ومجالسته .... وبها يظهر  
 محاسن المناقب الروحية  
 والاستعدادية وتبرز  
 حسناتها - وترك اخوت  
 كلهم لم يصتوا ثدي علومه  
 الخاصة ولا اخلاصه  
 مما يعبد هم لا اخلاص علومه  
 حتى ان اخي ربيع الدين  
 سلمه الله كان مشغولا  
 بالفرائد الضيائية وتعليقات  
 الكافية اذ هجبت هذه الواقعة  
 التي طارت كالسحاب اسفلت  
 على القلوب والا كعباد  
 وفقه الله تعالى بضبطهم  
 ورعتهم الى هذا الشأن  
 وحتم على تحصيل العلوم

میں رہنا دراجی مجلس اقدس میں  
 بیٹھے کبے مدشوق رکھا تھا صحبت  
 و محاسن سے مناسبات روحانی کے  
 محاسن اور استعداد علمی کے کمالات  
 جلوہ گر ہوا کرتے ہیں والد ماجد نے  
 میرے بھائیوں کو اس حال میں اور  
 اس عمر میں چھوڑا تھا کہ انھوں نے  
 حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علوم خاصہ  
 کو بالکل ہی نہیں چھوڑا تھا۔ اور دھڑکی  
 علوم میں سے اتنا پڑھا تھا کہ انکے  
 علوم خاصہ کو حاصل کرنے کا ذریعہ بن  
 جاتے تھے کہ ربيع الدين سلمه نواد  
 ضیائے شریعہ مابھی، اور تعلیقات کافہ  
 پڑھ رہے تھے کہ والد ماجد کی دنیا  
 کا جائگاہ اور موش رُبا واقعہ پیش  
 آگیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی  
 کہ میں نے اپنے سب بھائیوں کو ہر

اخذتہ بکل لسان فائز  
 ذالک فیہم واشتغلوا بقراءة  
 الكتب وسماعہا علی هذا  
 الفقیر فجاوع والحمد لله كما  
 تستبہ القلوب وتلد كما  
 الاعین اما رقیع الدین  
 فقد حفظ القرآن كله وفرغ  
 بحمد الله من تحصیل العلوم  
 كلها لاسیما الادبیة والفلسفة  
 والحدیث من العلوم الدینیة  
 بل اخذ من العلوم العربیة  
 كالهيئة والجوهر والحساب  
 والهندسة وما یجری مجراها  
 من الرمل والجفر والتاریخ  
 وعلم الفرائض والشعر  
 ورسائل التصوف بحفظ وافق  
 ونفی لها العبور علی الصحاح  
 در ایام الوقت، زبان میں تحصیل علم کی  
 ترغیب دی، چنانچہ ان پر مبنی  
 ترغیب کا اثر ہوا اور وہ اس فقیر کے  
 پاس کتابوں کے پڑھنے اور سننے میں  
 مشغول رہے تاکہ ان کو اللہ حسب  
 دلخواہ ایسی استعداد پیدا کی جس سے  
 آنکھیں ٹھنڈی ہوئی ہیں بہر حال  
 رقیع الدین نے قرآن مجید حفظ کر لیا  
 ہے اور وہ مجھ اللہ تمام علوم کی تحصیل  
 سے فارغ ہو چکے ہیں۔ خاص طور پر  
 علوم ادبیہ اور فلسفہ اور علوم دینیہ  
 کی دونوں اصولوں (قرآن وحدیث)  
 میں ان کو تفصیل حاصل ہے بلکہ  
 انھوں نے علوم مغربیہ بھی حاصل کئے  
 ہیں۔ جیسے ہیئت، نجوم، حساب  
 ہندسہ، رمل، جفر نیز رسال تصوف  
 بھی پڑھے ہیں اور ان کو ان علوم

الستة وغيرها من كتب  
 الحديث وعسى ان يوفقه  
 الله تعالى لذلك ايضا  
 وهو بحمد الله مشغول  
 بتفسير البيضاوي مشغول  
 بالمدد رئين... وله تعليقات  
 وتدقيقات تفريها العين  
 وتسربها الصل ورفا الحمد  
 لله على ذلك .  
 واما عبد القادر فهو ايضا  
 فرغ بحمد الله من حفظ  
 القرآن كله واسمع في  
 التراويح ممرات وهو كلان  
 مشغول بالقطبي وحاشي  
 السيد عليه -  
 واما عبد الغني فقد حفظ  
 نصف القرآن وهو مشغول به  
 في پورا پورا حصہ ملا ہے ابھی ان کا  
 صحاح ستہ وغیرہ پر عبور یعنی دورہ  
 حدیث باقی ہے۔ امید ہے کہ اللہ  
 تعالیٰ عنقریب توفیق عطا فرمائے گا  
 بھداشت فی احوال و تفسیر بیضاوی  
 پڑھ رہے ہیں اور درس و تدبیر سے  
 بھی شغف رکھتے ہیں۔۔۔ ان کے قلم  
 سے تعلیقات اور تدقیقات بھی ہیں۔  
 جھوریکہ کر آنکھوں کی ٹھنڈک  
 نصیب ہوتی ہے اور دل کو سرور حاصل  
 ہوتا ہے۔  
 عبد القادر بھی بھداشت حفظ قرآن  
 سے فارغ ہو چکے ہیں اور کئی مرتبہ تراویح  
 مناجاتیں ہیں۔ اس وقت قطبی اور اسکے  
 حاشیہ سید پڑھ رہے ہیں۔ عبد الغنی  
 نصف قرآن مجید حفظ کر چکے ہیں۔  
 ابھی اسی میں مشغول ہیں۔۔۔۔۔

# من عبارات الشيخ الاجل في تعريف الدہلی

الدہلی وما الدہلی .... ہی  
 خیر البلاد و منفعة العباد  
 یوتھا اهل الالباب من کل  
 مکان یحقق .... لیشہاد  
 منافع لہم ویلحدوا لادب  
 فیہا ویخوضوا فی کل من العلم  
 غور عمیق — اہلہا خیر  
 اہل و لسانہا اسہل من کل مہل  
 تری لعرنی فیہا لایتضجر من  
 لسانہ و الھنفا فی یظنہا  
 عیداً من اصفاہ و التورانی  
 قد الفی فیہا بجرانہ و الا فاعتہ  
 من اقل جیدھا و الکشامرۃ  
 من طارقھا و تلیدھا تجد

دہلی کیا ہے ؟ دہلی ایک بہترین شہر  
 ہے ۔ لوگوں کی منفعت کا مرکز ہے  
 عقل مند لوگ دور دور سے یہاں آتے  
 ہیں تاکہ اپنے منافع کو پہونچیں اور  
 یہاں علم و ادب سیکھیں اور یہاں اہ  
 کر ہر علم کے اندر غور و خوض کریں ۔  
 یہاں کے باشندے بہترین آدمی ہیں  
 ان کی زبان بڑی سہل اور آسان ہے  
 عرب کے باشندے کو دیکھو گے کہ اپنی  
 زبان کی وجہ سے یہاں پریشان نہیں  
 ہوتا ۔ اصفا فی اس شہر کو اپنے اصفا  
 سے بھی اچھا سمجھتا ہے ۔ اور تورانی نے  
 تو اس کو اپنا وطن بنایا ہے ۔ اتفاقاً  
 دہلی کے راکر راستہ کرنے کے

فیہا اشیاء لم تعرف لہا  
 اسمہا وتنظر بہا رجلا لا لہ  
 قدرک منہم رسالہم  
 انہا زید لا جمیع الا قالہم و  
 مسکن ارباب الدول الخ  
 المال فیہا یمیل عند العیون  
 بل لا یدرکہ الظنوف و  
 الذهب قد ذہب عن القیاس  
 والفضہ قل فتمضت  
 عقول الناس والحیر تجاوز  
 من الاحرار الی العبید  
 فالناظر یشہ کل یوم فیہا بالجد  
 ق والقرآن المجید لو  
 اصغبت الی محارمہا لتعبت  
 وقلت ذالک امر عجیب متی  
 ما خرجت الی سوقہا و  
 تسلت الی مجامعہا  
 لحاظ سے، غلام ہیں، اور کشتیری اپنے  
 تعلق کی بنا پر، یہاں کا مال جدید و  
 قدیم ہیں۔ تم یہاں پر کچھ ایسی چیزیں  
 دیکھو گے جن کے تم کو نام بھی معلوم  
 نہیں اور ایسے اشخاص بھی یہاں  
 پاؤ گے جن کے رسم و رواج تک سے تم  
 واقف نہیں۔ تبسم کہتا ہوں کہ یہ ہر قلم  
 اقالم میں (یعنی لحاظ سے) ایک عہدہ  
 اور منتخب شہر ہے۔ یہ ارباب دول  
 و نعیم کا مسکن ہے۔ یہاں مال اس کثرت  
 سے ہے کہ نظریں اس سے افسوس  
 کرتی ہیں اور اس کی مقدار سمجھ میں  
 نہیں آ سکتی۔ یہاں سونا قیاس سے  
 باہر ہے اور چاندی کی فسلو والی نے  
 لوگوں کی عقلوں کو جبران کر رکھا ہے  
 یہاں ریشم، احرار سے متجاوز ہو کر  
 غلاموں تک پہنچ گیا ہے۔ ناظر کو



لہا اذ بیت اذک لقی خلق  
جلالہ۔ فینادی لکھائف  
من فلک فکشفنا عنک  
غطاءک فیبصرک الیوم حد

روز آذ یہاں عید کا شہہ ہوتا ہے۔  
قسم ہے قرآن مجید کی اگر تم اس شہر  
کی تعریفوں کی طرف کان لگاؤ گے  
تو تعجب کرو گے اور کہو گے کہ یہ امر عید  
ہے، اور جب تم اس کے بازاروں  
اور گلیوں کی طرف جاؤ گے تو تم کو  
بالکل شگ رہو گا کہ تم غفلت جدید کے  
اندر ہو اس وقت فلک سے ہاتھ  
غیب تم کو نذا دیگا۔ اور یہ آیت  
پڑھے گا۔

”ہم نے آج کے دن تیری آنکھوں  
سے پردہ ہٹا دیا۔ اب تیری نگاہ تیز  
ہے۔“

یہ اہم مکتوب اور اس کا جواب  
خواجہ حسن مودودی لکھنوی نے حضرت شاہ عبدالعزیز کو ایک مکتوب  
اسی زبان میں تحریر فرمایا جس کا ترجمہ بطور خلاصہ یہ ہے۔

حقائق آگاہ ساروت پناہ جامع علوم لقیفی و ماویٰ فنون ربی مولانا مولوی  
شاہ عبدالعزیز صاحب — فقیر عاصی پر معاصی حسن مودودی عفا اللہ عنہ  
کی طرف سے بعد سلام ملاحظہ فرمائیں —

کل حفظ عبد الملک نواب محمد خاں بہادر ابن حافظ الملک حافظ احمد  
خاں بہادر شہید مغفور میرے پاس تشریف لائے تھے۔ اثنائے گفتگو میں انھوں  
نے فرمایا کہ آپ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کو لکھیں کہ انھوں نے اپنی کتب  
مستطاب تحفہ اثنا عشر میں حضرات شیعہ کے اس اعتراض کا کوئی جواب  
نہیں دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر فتوحات میں حضرت علی کو تم  
وجہت کے علاوہ تمام خلفاء راشدین کو دوسرے امراء کا تابع کر کے روانہ  
فرمایا ہے جو بہت علی کو کسی کا تابع کر کے کسی لشکر میں نہیں بھیجا۔ اس سے  
تینوں خلفائے راشدین کے مقابلے میں حضرت علی کی ترجیح ثابت ہوتی ہے۔  
اگر شاہ صاحب ایسا جواب تحریر فرمادیں جو تسکین بخش اور دفع خطرات  
و شبہات ہو تو بڑی مہربانی ہوگی۔ اسی وجہ سے میں خدمت عالی میں لکھ رہا  
ہوں۔ اگر آپ اس کا جواب عنایت فرمائیں گے تو باعث اجر ہوگا۔ اگرچہ  
میرے پاس بھی اس سوال کا جواب لائل قویہ کے ساتھ موجود ہے، لیکن چونکہ  
نواب صاحب آپ ہی سے دریافت کرنا چاہتے ہیں میرے جواب سے انکو تسکین  
و ہوگی اسی بنا پر میں نے ان کو خود اس کا جواب نہیں دیا۔

مولانا رفیع الدین صاحب، مولوی عبدالقادر صاحب سے سلام مسنون  
فرمادیں۔ حاجی شرف الدین آپ تینوں حضرات کو سلام مسنون پہنچاتے ہیں۔

## جواب از جانب حضرت شاہ عبد العزیز

.... خدمت سلالۃ الاسلام اکرام  
و نتیجۃ الآباء العظام، بیاق مضار البلاغۃ  
والسن المستحی بالاسم الحسن المتکلف  
بخلق آگن ہو درویشا الطریقۃ والنسب  
بصری الاسم والادب سلا اللہ تعالیٰ  
ازین فقیر بے بیج و ناچیز مسیحی  
بعید العزیز غفا اللہ عنہ حجتہ السلام  
مقرون بالاشتیاق، الاکلام قبول ثنا  
بعدہ اکو صحیفۃ شریفہ فیہ ایتہ  
درویشی وصول عزت شمول آورد  
و حجت اکو فرمود اگرچہ بسبب امراض  
گوناگون و عوارض بوقلموں جو میں غم  
را انتشار و درکات باطنی در  
.... موصوف باوصاف حمیدہ مسیحی  
بہم حسن متخلق بخلق حسن۔ طریقت  
اور نسب میں مودودی حسن بصری کے  
بہم نام یعنی خواجہ حسن لکھنوی، فقیر  
بے بیج و ناچیز عبد العزیز غفا اللہ عنہ  
کی طرف سے ایسا سلام مسنون قبول  
فرمائیں جو اشتیاق بجمد سے مقرون ہو  
اس کے بعد واضح ہو کہ آپ کا  
مکتوب گرامی موصول ہو کر مسرت کا  
باعث ہوا اگرچہ امراض گوناگوں  
اور عوارض بوقلموں کی وجہ سے جو میں  
غم ظاہری انتشار پذیر ہیں اور درکات  
باطنی اسقام و آلام کی مشقت میں

گرفتار ہیں پھر بھی نواب حافظ الملک  
محبت خاں کے سوال کا جواب  
دیتا ہوں۔

دور اصل (تحفہ اثنا عشریہ میں بحث  
شیعہ سنی ہے تفصیل کا بحث اسکے  
اندر نہیں ہے اور یہ سوال مسئلہ تفصیل  
سے تعلق رکھتا ہے اسی وجہ سے تحفہ  
میں اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔

اس سوال کے دو جواب دیے گئے  
ہیں پہلا جواب اہل سیر و روایت کا  
ہے اور دوسرا اہل بصیر و روایت کا۔  
پہلے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ کتب  
سیرت آنسر و صلی اللہ علیہ وسلم کے  
مطلوع سے یہ بات واضح ہوتی ہے  
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
بنی ہاشم بلکہ بنی امیہ میں سے بھی  
کسی شخص کو اکثر اوقات میں کسی

مجاہدہ استقام و آلام گرفتار... مع  
بدا امتثالاً للامرالشریف پھر جواب  
سوال نواب حافظ الملک می سپرد  
در تحفہ اثنا عشریہ گفتگو شیعہ  
سنی است مبحث تفصیل در آن  
اندر ارج نثار دوایں سوال متوجہ  
بر مسئلہ تفصیل است۔ لاجرم در تحفہ  
مذکور نشدہ۔

ازیں سوال دو جواب گفتہ اند اول  
جواب اہل سیر و روایت است و  
دوئم جواب اہل بصیر و روایت۔  
ماہل جواب اول آنکہ اربع سیر  
آنسر و معلوم است کہ آنسر و مع  
کس را از بنی ہاشم بلکہ بنی امیہ نیز در  
اکثر اوقات تابع دیگرے نفرمودند  
دریں امر حضرت حمزہ و ابوجبیدہ  
بن اکحارث بن عبدالمطلب حضرت

عباسؓ و حضرت جعفرؓ و حضرت عقیلؓ  
 و فضل بن عباسؓ و ابوسیفان  
 بن اکارثؓ و حضرت عثمان بن عفانؓ  
 اموی و خالد بن سعید بن العاص  
 اموی شریک اند۔ اگر بایں امتیاز  
 رجحانے بہت نیز ہمہ راست جوش  
 آنست کہ ایں ہر دو قبیلہ از قدیم  
 ریاست قریش داشتند بسبب  
 قربت قرابت اینہا با جناب رسولؐ  
 شرف دیگر اینہا را افزود و نعمت بایل۔  
 کفہ خویش بہناز تو نازی زیبہ  
 بچن یک کس اگر یک قبیلہ ناز کند۔  
 پس اگر اینہا را تابع دیگرے می فرمود  
 خیلے شاق و گراں بر طبائع و امر جبہ  
 اینہا می آمد و نزدیک تکلیف  
 مالا یطاق می رسید و شایع حکیم است  
 بتیسر در ہر تکلیف مراعات می فرماید  
 دوسرے خاندان کا تابع نہیں بنایا  
 اس معاملے میں حضرت حمزہؓ حضرت  
 ابو عبیدہ بن اکارثؓ بن عبد المطلب  
 حضرت عباسؓ حضرت جعفرؓ حضرت  
 عقیلؓ حضرت فضل بن عباسؓ  
 حضرت ابوسیفان بن اکارثؓ حضرت  
 عثمان بن عفان امویؓ اور حضرت  
 خالد بن سعید بن العاص امویؓ بھی  
 شریک ہیں۔ اگر اس امتیاز کی بناء  
 پر کسی کو ترجیح ہے تو ان سب کے  
 لئے ہے۔ ان دونوں قبیلوں کو  
 کسی کا تابع نہ کرنیکی وجہ یہ کہ یہ دونوں  
 قبیلے قدیم سے قریش کی سرداری کے  
 وارث و عامل تھے، پھر آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت قریبہ کی وجہ  
 ایک اور شرف بھی ان دونوں قبیلوں  
 کو حاصل ہو گیا۔ کسی شاعر نے کیا خوب

وایں وجہ را کسانے کہ در خانہ ان  
 ریاست پیدا شدہ اند و اخوان و  
 بنی اہم نام خود را ہجرت و امتحان نمود  
 کرای اہلین می ہند۔ ع  
 حاجت تعبیر نسبت عارف آگاہ را  
 و حاصل جواب ثانی مسبق ہمیشہ  
 است و اکں مقدما ین است کہ  
 سنت اللہ جاری است کہ بلوغ  
 باقصی درجات کمال بے طے مرتب  
 تحتانی آن، نمی شود اگر ابتدا ہر شخصے  
 را مرتبہ علیا از کمال، القا کنند،  
 بے آنکہ طے مراتب مافکہ کردہ باشد  
 حوصلہ اش تنگی می کند و عہدہ ین مرتبہ  
 کامیابی بر نمی تواند آمد غیر از انبیاء  
 ہمہ کس دریں امر کیاں اندا ولیا  
 تا دمے کہ شوق از ادب و اتبع  
 پیران خود گذردہ بہر تہ ارشاد رسیدہ  
 کہل ہے۔ کتہ خوش، بنا ز تو نازانہ  
 یعنی اے محبوب تیرے خوش و  
 اقارب تیرے نازکی بنا پر ناز کرتے  
 ہیں۔ اگر کسی ایک فرد کے کمال کیوجہ  
 سے پورا قبیلہ ناز کرے تو یہ بات  
 ایک حد تک زیبا ہے، اگر ان کو کسی  
 دوسرے قبیلے کے کسی فرد کے تابع  
 بنایا جاتا تو اس کا اسکان تھا کہ منزلیا  
 اور طبعا ان کو بہت شاق و گراں  
 گزرے اور بات تکلیف بالا بطن  
 کی حد تک پہنچ جائے۔ شارع کے  
 سارے اصول و قوانین یعنی حرکت میں  
 اور تکلیف میں تسیر کی رعایت ملحوظ  
 رکھی گئی ہے۔ یہاں بھی یہی لحاظ رکھا  
 گیا اس بات کو وہ لوگ جو خانہ ان  
 ریاست میں پیدا ہوئے ہیں اور اپنے  
 ملے بھائیوں اور چچا زاد بھائیوں کا

و علماء تا وقتے کہ سالہا سال خور  
استادان نگشتہ و گرد و درخورد اند  
بر تہیہ تدریس و تعلیم نرسیدہ اند  
۔ و چہیں در فرقہ امراء دیگر اہل  
حرف و صنائع مجرب و مستعملت  
و قاعدہ حکمہ نیز ہمیں را اقتضای  
می کند بر دو وجہ اول آنکہ بلوغ  
نفوس با تھنی کمال خود تدریک است  
دوئم آنکہ ریاست متضایف  
مروسیاست تا وقتیکہ شھسہ بدتے  
در از مروس و تابع نشدہ باشند در  
وقت ریاست بکمی اطمینان نمی تواند  
کہ حسن معاملہ را با مروسین بچند بلند  
کہ مروس و رعیت را بکدام کلام  
سلوک استمال و جلب قلوب،  
توان کرد و از کدام کلام سلوک  
متنفر می شوند و رسم می کنند پس

مغرب و امتحان کئے ہوئے ہیں یہی  
طور پر سمجھ سکتے ہیں ۔ عارف آگاہ  
کو تہیہ کی ضرورت نہیں ہوتی ۔  
دوسرے جواب کا حاصل ایک مقدمہ  
کی تہیہ پر موقوف ہے وہ مقدمہ یہ  
ہے کہ سنت اللہ اس طرح جاری  
ہے کہ شہسہ کمال پر پہنچنا تھانی  
مراتب کو طے کئے بغیر کما حقہ تہیہ نہیں  
ہوتا۔ اگر ہر شخص کو ابتدا ہی میں  
کمال کا مرتبہ عالی دے دیا جائے  
بغیر اس کے کہ وہ نیچے کے درجات  
و مراتب طے کرے تو ایسی صورت  
میں اس کا حوصلہ تنگ ہو جائیگا۔  
اور اس مرتبہ کی ذمہ داری سے  
کما حقہ عہدہ برآ نہ ہو سکے گا حضرات  
انبیاء علیہم السلام کے علاوہ تمام  
انسان اس امر میں مساوی ہیں،

ریاست او علیٰ جہتہا ممکن نہی پذیرد  
 و چون این مفت در مہد شد مگویم  
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را  
 چنانچہ از احادیث بسیار استفاد  
 می شود. خلافت این چہار بزرگ  
 علی ترتیبہ از غریب معلوم شد بود  
 و چون خلیفہ رابع را بہت و چہار  
 سال مرز و سمیت تہجیت و فرمان  
 رکس مختلف الامر جہ برداشت  
 مقدّر بود. حاجت مشتق کنانیدن  
 این کار بخصو ر خود بنود خلیفہ ثالث  
 را کہ تا دوازده سال مشتق این کار  
 مفت در بود و وزیر فرمان دو کس  
 اندن. ایشان ہم محتاج مشتق این  
 کار شدند. بخلاف شیخین کہ اینہا را  
 بلا فیصل بعد از وفات آنجناب  
 صلی اللہ علیہ وسلم ریاست مقدّر بود  
 اولیا کو دیکھے جب تک انھوں  
 نے ادب کی مشق اور اپنے مرشدوں  
 کی اتباع نہیں کی۔ مرتبہ ارشاد کو  
 نہیں پہنچے، اسی طرح علما نے  
 تا دیکھ کہ سالہا سال اپنے استادوں  
 کی ماریں نہیں کھائیں اور بتوں  
 و در سے کی خاک نہیں پھاگی تدریس  
 و تعلیم کی سند پر فائز ہوئے یہی بات  
 فرقہ امراء اور دیگر اہل حرفہ و اہل  
 صنف میں آزمائی جا چکی ہے۔ اور  
 حکمت کا قاعدہ بھی اسی کا اقتضا  
 کرتا ہے۔ دو سبب سے را، حد کمال  
 تک نفوس کا پہنچنا تدریجی ہے (۲)  
 ریاست و سرداری تا بعد از ی سے  
 وابستہ ہے جب تک کہ کوئی شخص  
 طویل عرصے کسی کا تابع نہ رہا ہوگا۔  
 ریاست و سرداری کے منصب پر



اپنا راسخون اور کار بھنور خود  
 کنا بدن ضرور افتاد زیرا کہ خلیفہ  
 اول بھجرو وفات آں حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم بر منصب ریاست  
 نشستند و خلیفہ دوم بمقام فاصلہ  
 سال دس ماہ و بھنور خلیفہ  
 اول من حیث المشورۃ و الوزارۃ  
 شریک خلافت بودہ اند بلکہ از  
 جمیع تواریخ معلوم می شود کہ  
 خلیفہ اول رایش بھنور آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کمتر اتفاقیت  
 واقع شدہ و خلیفہ دوم را بیشتر  
 تعینات و از تابعین و دیگران فرمود  
 اند بہا بر آنکہ مزاج خلیفہ اول  
 بہل الانقیاد بود و ایشان راسخون  
 تبعیت چنداں ضرور نبود و خلافت  
 خلیفہ دوم کہ در مزاج ایشان

پہونچنے کے بعد رعیت کے حقوق  
 اچھی طرح ادا نہ کر سکے گا اور نہ یہ سمجھ  
 سکے گا کہ رعیت کے دلوں کو کس کس  
 طریقہ پر چلایا اور تدریس سے اپنی طرف کھینچا  
 جاسکتا ہے اور کن کن باتوں سے  
 رعیت اپنے سردار سے متغیر ہو جایا  
 کرتی ہے جب وہ اس کو نہ سمجھ  
 سکے گا تو اس کی ریاست بھی قوت  
 نہیں پاسکتی جب یہ مقدمہ بطور تہید  
 لکھا جا چکا تو اب میں کہتا ہوں کہ  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا کہ  
 احادیث سے معلوم ہوتا ہے چاروں  
 خلفاء کی خلافت ترتیب کیسا تہیب  
 سے معلوم ہو گئی تھی خلیفہ رابع حضرت  
 علی کرم اللہ وجہہ کے لئے چوں کہ  
 چوبیس سال تک عین مخالفت المزاج  
 خلفاء کے تابع رہنا مقدر تھا اس

از قدیم، استتداد و حکم رانی  
محبول بود و الطیب لعلج الشی  
بالضد بنابرین امورات ایشان  
را بحق البقین کیفیت تبعیت وزیر  
فرمان کسے بودن چشایدن ضرورت  
اتقاد۔ حاجی شرف الدین خان  
صاحب از اصحاب ثلثہ کوراج  
غیر منفک نیز ہمراہ دارند بحکم  
ما یكون من بخوی ثلثہ الایہ تعف اند

ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
اپنی حیات ظاہری میں کسی کا تابع  
بننے کی مشق کرائی ضروری نہیں سمجھی  
خلیفہ ثالث و حضرت عثمان غنیؓ  
جن کو بارہ سال تک شیخین کے تابع  
رہنا مقدر تھا وہ بھی جہاں اس  
مشق کے محتاج آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کے سامنے نہیں ہوئے۔  
بجائے شیخین کے کہ ان کے لئے چونکہ  
بلا فصل بعد از وفات آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم خلافت ریاست  
مقددہ تھی اس لئے ان کو اس کام  
کی مشق اپنے سامنے کرائی ضروری سمجھی  
کیونکہ خلیفہ اول و حضرت ابو بکر  
صدیقؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کی وفات کے فوراً بعد منصب خلافت  
دریاست پر فائز ہوئے اور خلیفہ دوم

حضرت فاروق اعظمؓ دو سال تین ماہ کے فاصلے سے  
 منصب قائم ہوئے اور خلیفہ اول کی خلافت کے زمانے  
 میں وہ بیشتر وزیر تھے اور شریک خلافت کی حیثیت  
 رکھتے تھے خلیفہ اول کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی مودت میں کسی کی تبعیت کا موقع کم ملا۔ البتہ خلیفہ  
 دوم منجانب رسول اکرمؐ اکثر بیشتر و مسرور کے تابع  
 کئے گئے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ خلیفہ اول کا مزاج  
 قدرتی طور پر نرم اور اختیار پذیر تھا۔ اس لئے انکو  
 تابعداری کی زیادہ مشق کی ضرورت نہ تھی بخلات  
 خلیفہ دوم کے کران کے مزاج میں پہلے سے  
 شدت اور حکمرانی کا مادہ تھا اور طبیب علاج بالقد  
 کیا کرتا ہے۔ اس بنا پر خلیفہ دوم کو کیفیت  
 تبعیت سے واقف کرانا اور دوسروں کے  
 زیر فرمان رہنے کا سزہ چکھا دینا ضروری ہو جاتی  
 شرف الدین خالص صاحب کوہ ممینوں بھائیوں کا  
 سلام ہو پختہ۔

## ایک استفتاء کا جواب

ایک سید صاحب نے حضرت شاہ صاحبؒ کو ایک مکتوب استفتاء کی شکل میں بھیجا تھا اس کا جواب مع ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ جواب کا کچھ حصہ آخر سے حذف کر دیا گیا ہے جس سے اصل مطلب و مفہوم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ استفتاء کر نیوالے یہ سید صاحب کون ہیں؟ بیاض سے انکا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ جواب استفتاء کے آغاز میں ان کو حضرت شاہ صاحبؒ نے ان الفاظ سے مخاطب فرمایا ہے۔ ”سید صاحب علی مرتبہ جامع الفضائل والمناقب الشدید فی دین اللہ کالیف القاضی“ الخ

بعد السلام والتحية والسفوفه رقمہ کریم	بعد سلام مسنون واضح ہو کہ آپ کا
شرف درو ریافت حمد الہی بجا آوردہ	مکتوب گرامی صادر ہوا۔ اس کو
خدا کہ دریں زمانہ ہم سمیت دینی	پڑھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا
در میان اکابر موجود است و	گیا کہ اس زمانے میں بھی بڑے
شدت غی امر اللہ غیر مفتورہ زاد اللہ	لوگوں میں حمیت دینی اور اللہ کے
امثالکم فی العالم۔	احکام کے بارے میں مضبوطی موجود
.... مہربان من اچند مقدردہ اول	ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ جیسے حضرات
خاطر نشین باید ساخت۔ اول آن کہ	کی تعداد دنیا میں او زیادہ کرے۔

تکفیر کدو امریت بحضور در صحیح  
 واد است کہ من قال لا اخرجہ یا کافر  
 فقد باء باحدہما — حتی للقدو  
 اقدام بران بناید کرد — لہذا فقہاء  
 باجمہم چنین قرار دادہ اند کہ ہر گاہ  
 (کلام) را یک وجہ محتمل صحت باشد  
 و چند وجہ دیگر محتمل کفر آں کلام  
 برہاں محل صحیح عمل باید نمود و ب  
 تکفیر قائل بناید کشود۔ دوم آنکہ  
 تکفیر موافق قاعدہ متعلق یا کار  
 ضروری است دین است بسبب  
 سو را دہ یا استخفاف بحد و از انکار  
 یا نسل شنیع و از تکاب کبر و استخراج  
 بدعت و تحلیل حرام مختلف فیہ و  
 تحریم حلال مختلف فیہ کفر لازم آید  
 — زیرا کہ تعریف ایان میں  
 مقرر است کہ ہو قصد بلیغ عہد  
 ہر بان من اجواب سے پہلے چند  
 مقدمات کو ذہن نشین کر لینا ضروری ہے  
 (۱) کسی کدو کی تکفیر ایک ممنوع  
 امر ہے۔ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ  
 جس کسی نے اپنے بھائی (کسی کدو) کو  
 سے مخاطب ہو کر ادا کفر کہا تو یہ کدو  
 ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف  
 رجوع کرے گا یعنی اگر مخاطب  
 دراصل کافر نہیں ہے تو کہنے والے  
 کی طرف یہ کدو پلے گا —  
 حتی الامکان تکفیر میں پیش قدمی نہ  
 کرنی چاہیے۔ اسی لئے امت فقہاء  
 اس بات پر متفق ہیں کہ جب کسی کے  
 کلام کے اندر ایک صورت ایسی نکلتی  
 ہے جس سے مطلب صحیح کا احتمال ہو  
 اور چند صورتیں ایسی ہیں جو احتمال  
 کفر رکھتی ہیں تو کلام کو اسی محل صحیح پر

بھی ابی صلی اللہ علیہ وسلم  
 بہ ضرورت۔۔۔ و شے از ضروریات  
 دین ضرور موقوف بر تواتر ثبوت  
 اس با قطع است پس ہر حایز  
 قبیل باشد مثل انکار فرضیت  
 صلوات و زکوٰۃ و تحلیل انحر و  
 تحريم النبیذ و تحقیر الشیخین وغیر  
 ذالک، البتہ کفر است۔

سوم آنکہ در عدم تکفیر و تبدیل  
 یعنی حکم بعدات کردن و سابط  
 بسیار است۔ این نباید فہمید کہ ہر  
 کہ را حکم تکفیر نکردیم اورا پسند  
 نمودیم۔ یا قول اورا جائز و مستقیم  
 بلکہ اکثر اوقات شخص کافر نہیں شود  
 و مبتدع و فاسق می گردد۔  
 اکثر؟ ہمیں می دانند کہ ہر گاہ  
 از تکفیر کے علاوہ سکوت کنند

رکھا جائے اور قائل کی تکفیر میں  
 لب کشائی نہ کی جائے۔  
 (۲) قاعدے کے مطابق تکفیر  
 ضروریات دین کے انکار سے تعلق  
 رکھتی ہے۔ لہذا محض سو وادب یا  
 انکار سے خالی استحقاق کے باعث  
 یا کسی فعل بد اور ارتکاب کبیرہ پر  
 یا استخراج بدعت اور مختلف فیہ  
 حرام کے حلال کرنے یا مختلف فیہ  
 حلال کے حرام کرنے کے سبب  
 کفر لازم نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ  
 ”ایمان“ کی تعریف یہ کی گئی ہے  
 کہ۔۔۔ جن احکام و ہدایات کے  
 متعلق یقین اور بالہدایت یہ  
 معلوم ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم نے کہے ان کے  
 ماننے اور ان کی تصدیق کرنے

تصویب عقیدہ اول لازم آید،  
 جنہیں نیست۔ ایں قاعدہ بوجہ  
 احسن ملحوظ باید داشت۔ چون  
 ایں برس قاعدہ ہمہ شد محالاً انچہ  
 از روئے دلائل قویہ در حق ایں  
 شخص کہ اقوال .....  
 او مرقوم قلم صواب رقم است  
 ظاہری شود، التماس می نماید  
 قول اول بابت صیابہ کافر مکرر  
 اگر مراد او از صیابہ جمع صیابہ  
 حتی خلفاء راشدین و ازواج  
 مطہرات پس ایں قول اخطار  
 صریح است زیرا کہ نزد حنفیہ  
 بابت غنیمین و قذیب عائشہ صدیقہ  
 کفر لازم می آید و اگر مراد او آنست  
 کہ سب ہر صیابی کفر نیست پس ایں  
 خود خطا نیست زیرا کہ فقہاء حنفیہ

کا نام ایمان ہے اور انہی چیزوں  
 کو اصلاح میں ”ضروریات دین“  
 کہا جاتا ہے، اور کسی امر کا ضرورت  
 دین سے شمار کرنا موقوف ہے  
 قوت اور ثبوت قطعی پر۔  
 جب اس قسم کے متواتر اور قطعی  
 الثبوت امور دینیہ سے انکار ہوگا  
 کفر یقینی طور پر لازم ہوگا۔ مثلاً  
 فرضیت صلوٰۃ و زکوٰۃ کا انکار اور  
 شراب کا صلال قرار دینا اور اسی  
 طرح، نبیذ کا حرام کر دینا، یا شیخین  
 کی تحقیر کرنا وغیرہ ذالک۔  
 (۳) تکفیر نہ کرنے اور تعدیل  
 کرنے یعنی عدالت کا حکم لگانے  
 رہا لحاظ دیگر عادل قرار دینے،  
 کے درمیان بہت سے درجے  
 اور کڑیاں ہیں، ایں لیے نہ سمجھنا

نیز سب ہر صحابی را کفر نمی دانند  
 بلکہ بدعت و فسق می انگارند بحد  
 کبرہ می رسانند ۔  
 و قول ثانی اؤ کہ ہر چند شخص گناہ  
 کند رحمت زیادہ گردد بخطا  
 نہیں است منشا بر غلط اود آن  
 است کہ بعضے لطیف گو یاں و  
 شاعران در مقام دفع نا امید ی  
 خود بایں لطیف تسک کردہ اند  
 چنانچہ صاحب قصیدہ ہر وہ میگوید  
 یا نفسی تقطعی من زلہ تحطت  
 ان الکباثر فی القفر ان کا لہم  
 لعل رحمة ربی حسین بقسما  
 نانی علی حسب الحصان فی القم  
 و دعائے آہنا آن است کہ از  
 بزرگی گناہ خود نباید اندیشید  
 چاہئے کہ جس کسی پر ہم نے حکم تکفیر  
 نہیں لگایا تو اس کے قول کو ہم نے  
 پس کر لیا یا اس کی بات کو جائز نہ  
 دیا ، بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے  
 کہ ایک شخص ایک قول سے کافر تو  
 نہیں ہوتا البتہ بدعتی و فاسق ہو  
 جاتا ہے ۔ اکثر ظاہر ہیں یہ سمجھ  
 بیٹھتے ہیں کہ جب علماء نے کسی کی  
 تکفیر میں سکوت کیا تو اس سے اس  
 شخص کے عقیدے کی تائید و  
 و تصویب لازم آگئی ۔ ایسا نہیں ہے  
 اس بات کو اچھی طرح ملحوظ رکھنا  
 چاہئے ۔  
 جب یہ تینوں باتیں بطور مقدمہ  
 و ہتید بیان ہو گئیں تو اب اس  
 شخص کے بارے میں جس کے  
 اقوال آپ نے تحریر فرمائے ہیں



و نا امید نباید شد۔ زیرا کہ  
 رحمت الہی نیز بقدر عصیان  
 مقوم است گناہ کیسہ را  
 ازالہ برحمت کثیرہ تواند کرد این  
 شخص از غلط فہمی چنین نگاشت  
 کہ عصیان سبب رحمت است  
 و این تفہیدہ کہ اگر بالفرض عصیان  
 سبب رحمت ہم باشد خاص یک  
 نوع رحمت را سبب خواهد بود  
 کہ آن رحمت غفار نیست دیگر  
 انواع رحمت، بیا رازیں رحمت  
 بزرگ تر و عالی تر اند ہما ز حسی  
 موقوف خواہند شد مثل درجات  
 عالیات بہشت، و دخول بلاحت  
 و سرخ روئی در حرصات.....  
 اکمال کہ از رحمت متقیان و  
 معصومان و محفوظان ہنوز نیست  
 جو بات ظاہر ہوتی ہے دلائل کے  
 ساتھ لکھی جاتی ہے۔  
 قائل کا قول اول یہ ہے کہ  
 ”سب صحابہؓ سے کوئی شخص کافر  
 نہیں ہوتا“۔ غور طلب امر ہے  
 کہ اس کی مراد کیا ہے؟ اگر صحابہؓ  
 جمیع صحابہؓ مراد ہیں حتیٰ کہ خلفاء  
 راشدین اور ازواجِ مطہرات بھی  
 اس صورت میں اسکا  
 یہ قول خطا و صریح ہے، اس لئے  
 کہ نزد حنفیہ سب صحیفین اور حضرت  
 عائشہؓ پر ”ہمت“ دھرنے سے  
 کفر لازم آتا ہے اور اگر اس کی مراد  
 یہ ہے کہ سب ہر صحابی کفر نہیں ہے  
 تو یہ قول خطا و صریح نہیں ہے  
 اس لئے کہ فقہاء حنفیہ بھی سب  
 ہر صحابی کو کفر نہیں مانتے بلکہ بحث

لیکن اس میں خلط فہمی است  
 لذت بکفر منی رساند تا آن کہ  
 صریحاً قائل اس کلام نگویند طاعت  
 و تقویٰ اصلاً موجب رحمت  
 نیست و عصیان حقیقتہ سبب  
 رحمت است۔ و ظاہر است  
 کہ محکم بکلام اسلام تصریح ہاں  
 بہر دو مکتون نخواہد کرد۔ و قول  
 ثالث او کہ حضرت ام المومنین  
 بی بی عائشہ صدیقہ طہا پنہ  
 ..... زدا فترک  
 محض است حاکم شرع را باید  
 کہ اول اور از سند این اقراء  
 پسند و ظاہر است کہ از بیان  
 سندش عاجز خواہد شد و  
 وہر گاہ عاجز شود اورا تعزیر  
 بر زن ہی و نہ تا زیاد یکمال شمت  
 فسق سمجھتے ہیں اور گناہ کبیرہ کی حد  
 تک پہنچاتے ہیں۔ قائل کا دوسرا  
 قول یہ ہے کہ جو شخص بتنا گناہ کرے گا  
 اس پر رحمت زیادہ ہوگی۔ یہ قول  
 خلط فہمی کی بناء پر ہے اور اس کی  
 بنیاد ان لطیف گو اور نازک خیال  
 شعراء کا کلام ہے جنہوں نے بطور  
 لطیف گوئی دیکھتے سنی اپنی مایوسی کو  
 دفع کرنے کے لئے اس بات کو ظاہر  
 کیا ہے چنانچہ صاحب قصیدہ بردہ  
 (علاء البصری) کے بھی اسی مضمون  
 کے دو شعر ہیں۔ (جکا ترجمہ یہی)  
 (۱) اے نفس اپنے گناہوں کے باعث  
 جو اگرچہ بہت بڑے ہیں مایوسی ہو  
 کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت  
 کے سامنے بڑے بڑے گناہ بھی  
 چھوٹے ہیں۔

وایکجاے مناسبہ و آئینہ ہاں  
 و تو بہ نصوص گیرد کہ این قسم  
 افترا با بر بزرگان نکرده باشد  
 حاصل آن کہ مناد این قول  
 نسبت ظلم شیعہ بحباب  
 صدیقہ اُمت و نسبت ظلم  
 بغیر معصوم موجب کفر نیست  
 آنے نسبت آل (بہ) بزرگان  
 کہ عدالت و تقویٰ انہما  
 بشیوہ پیوستہ، موجب  
 فسق و ضلالت است —  
 و از باب قذت نیست کہ  
 باجماع کفر است۔  
 و قول رابع کہ سید اگرچہ  
 سائب صحابہ باشد تعظیم او  
 بر مردمان واجب است  
 غلط محض است زیرا کہ سید

(۲) جب اللہ تعالیٰ کی رحمت اس  
 کی بارگاہ سے تقسیم ہوگی تو ممکن ہے کہ  
 رحمت، بقدر گناہ ہر ایک کے حصے میں آئے۔  
 مدعا یہ ہے کہ گناہ کی بڑائی سے اپنے  
 کو فکر مند دیکھا جائے اور نا امید نہ ہوا  
 جائے اس لئے کہ رحمت الہی بہت بڑی  
 عصیاں مقسوم؟ گناہ کبیرہ کا ازالہ  
 رحمت کثیرہ کے ذریعے کیا جاسکتا ہے  
 اس شخص نے اپنی غلط فہمی سے یہ توکل  
 کیا کہ گناہ، سبب رحمت ہو مگر یہ نہ  
 سمجھا کہ اگر بالفرض گناہ سبب رحمت  
 بھی ہوتا بھی ایک نوع رحمت کا  
 سبب ہے اور وہ "رحمت غفاری" ہے۔  
 یعنی گناہ کی مغفرت والی رحمت،  
 دوسری انواع رحمت بھی تو ہیں جو اس  
 رحمت سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں وہ جتنی  
 تو عاصی و گناہگار کو حاصل نہ ہو سکیں گی۔

مثلاً بہشت کے درجات عالیات  
بلا حساب کتاب جنت میں داخل اور  
میدان محشر میں سرخروی حاصل ہونا  
وغیرہ۔

حاصل کلام یہ ہو کہ وہ رحمتیں جو  
اہل تقویٰ، معصومین اور محققین  
کے واسطے مخصوص ہیں حاصلی ان  
میں کوئی حصہ نہیں اور وہ عیبہ  
ان کا حقدار نہ ہو گا مگر اس قسم کی  
تمام باتیں غلط فہمی کی بنا پر کہی جاتی  
ہیں ان سے کفر تک نوبت نہیں  
پہنچتی۔ جب تک صراحتوں نہ  
کہہ دیا جائے کہ طاعت و تقویٰ بالکل  
موجب رحمت نہیں بس عصیان و  
گناہ ہی حقیقہ سبب رحمت ہے  
ظاہر ہے کہ کلمہ اسلام کا بولنے والا  
کوئی آدمی اس طرح کی بات صراحت

چوں مرتکب این قسم امر شنیع  
گرد و تعظیم او واجب نمی ماند۔ و  
اصل اینست کہ در انکار بر  
منکر و امر بالمعروف و امتثال  
حدود و گرفتن قصاص و ادائے  
ثبات و ادائے امانت و عدل و حکومت  
تخصیص هیچ فرق و هیچ تمیز  
نیست سید و جولاہہ دریں  
امر برابر اند۔ مگر گاہ کافر شد  
سبب ب صحابہ کافر شد  
نماز، زکوٰۃ، زینت، عیال  
نہ مل خیر خدا بج۔ آ رہے اگر  
سیدے اطاعت حق خاص  
اس کس کشت عزیمت آنست  
کہ از در گذر و ترک انتقام نماید  
بقولہ علیہ السلام۔ اقبلوا  
عن محسنہم و تجاوزوا عن ستمہم

ان اہمات حقوق دینی ہیں  
 وہاں محب اور مقبول نیست  
 واکمال اس قول ادنیٰ  
 خطار و بدعت است اما  
 نوبت بکفری رساند زیرا کہ  
 ایجاب تعظیم بمعنی محبت و  
 ترک ایذاء در حق اہل بیت  
 عموماً وارد شدہ و تخصیص  
 عام در ذہن اس قائل نگنجدہ  
 یا حقوق دینی یا حقوق انسانی  
 باہم اشتباہ پیدا کردہ اس حکم  
 از زبان او بر آوردہ انکار صریح  
 ضروریات دین از اس کلمہ  
 فہمیدہ نمی شود۔

۷۷ کے ساتھ نہیں کہے گا۔  
 قائل کا تیسرا قول کہ اہل المؤمنین  
 حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ  
 عنہا نے نبوذا باللہ آنحضرت صلی  
 اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی  
 گستاخانہ حرکت کی۔  
 یہ اقراءے محض ہے حاکم شرع  
 کو چاہیے کہ اول اس سے اس اقراءے  
 سند طلب کرے۔ ظاہر ہے کہ وہ کوئی  
 سند نہ پیش کر سکے گا۔ جب وہ سند  
 پیش کرنے سے عاجز ہو تو اس کو  
 امتیالیس کوڑے کمال شدت  
 کے ساتھ لگوائے اور آئندہ کیلئے  
 اس سے توبہ نصوح کر لے کہ وہ  
 اس قسم کے بہتان بزرگان دین پر  
 نہ لگائے گا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ  
 اس قول کا منشا حضرت صدیقہ پر

ایک ظلم شیعہ کا الزام لگانا ہے اور غیر موصوم  
 کو ظلم کی مانند نسبت کرنا موجب کفر نہیں ہے۔ البتہ  
 ان بزرگوں کے حق میں ظلم کی نسبت کرنا  
 جن کی عدالت اور جن کا تقویٰ ثابت ہو  
 چکا ہے موجب فسق و ضلالت ضرور ہے۔ یہ  
 قول باب تقدس سے بھی نہیں ہے۔ روایات  
 سورہ نور کے نزول کے بعد حضرت صدیق  
 پر تقدس باجماع کفر ہے۔

قائل کا چوتھا قول کہ "سید اگرچہ صحابہ کو  
 برا بھلا کہنے والا ہو بہر حال اس کی تعظیم  
 لوگوں پر واجب ہے" یہ غلط بات ہے کہ  
 جب سید اس قسم کی قبیح حرکات کا مرتکب  
 ہو گا اس کی تعظیم واجب نہیں۔ اور اصل یہ  
 ہے کہ نبی عن المنکر، امر بالمعروف اقلست  
 حدود، قصاص، ادارے شہادت ادا کرنے  
 امانت اور حکومت میں عدل و انصاف  
 کے معاملے میں کسی طبقہ اور کسی قبیلہ کی تخصیص

نہیں ہے۔ ایک سید اور ایک نور بان  
 ان امور میں برابر دساوی ہیں جب کہ  
 سید بہت صحابہ کے باعث کفر کا مرتکب  
 ہو تو پھر سید کب رہا؟ وہ تو غیر صلح عمل  
 کی وجہ سے "اہل" سے نکل گیا اور لکھنؤ  
 میں انجیل کا مصداق ہو گیا۔ ہاں اگر کوئی  
 سید اس شخص کا کوئی خاص ریناوی حق  
 ضائع کر دے تو عزیمت اور طہذ کرداری  
 کی بات یہ ہے کہ اس سے درگزر کرے اور  
 انتقام نہ لے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 بھی درگزر کے لئے فرمایا ہے لیکن اگر حق و  
 دینی تلف کئے جائیں وہاں درگزر اور  
 چشم پوشی مقبول و جائز نہیں ہے غلام  
 یہ ہے کہ قائل کا یہ قول بھی خطا و غلط  
 ہے اس بات کے کہنے سے کفر تکفیرت  
 نہیں پہنچتی اس لئے کہ اہل بیت کے حق  
 میں تعظیم یعنی محبت کا واجب ہونا اور

ان کو ایذا نہ دینے کا حکم عموماً وارد ہوا ہے  
 قائل کے دماغ میں اس عام کی تخصیص نہیں  
 آئی کہ اس نے صحابہ کرام کو برا بھلا کہنے والے  
 سید کے لئے بھی تعظیم واجب قرار دیدی۔  
 یا حقوق ذمہ دار اور حقوق انسانی میں باہم اسکو  
 اشتباہ ہو گیا۔ اور اس نے دونوں قسم  
 کے حقوق میں فرق نہ کر کے یہ بات کہہ  
 دی۔ — بہر حال ضروریات دین میں  
 سے کسی بات کا انکار اس قول سے مفہوم  
 نہیں ہوتا۔

حضرت شاہ صاحب کا عربی کلام  
 بیاض رشیدی میں، ۲ صفحات پر حضرت شاہ صاحب کا منظوم کلام  
 درج ہے۔ میں نے اس حصہ نظم میں سے دو نظمیں نقل کر لی تھیں۔ ان نظموں کی  
 فصاحت و بلاغت، سلاست و روانی، سوز و گداز اور کیفیت و دل آویزی  
 ادب عربی سے ادنیٰ مناسبت رکھنے والے کو بھی محسوس ہو جائے گی الفاظ کی  
 بندش میں ترنم انگیزی اور وجد آفرینی کی کیفیت نمایاں ہے۔ کتنا کچھ کلام ہو گا جو



دست بردنہ سے متعلق ہو گیا۔ اب جتنا بھی بل جائے قیمت ہے۔ ترجمہ  
اشعار کے ساتھ لکھا جائے گا لیکن حق بات یہ ہے کہ اردو میں اس کلام کی  
پوری کیفیات منتقل کرنے میں کم از کم میں تو کامیاب نہ ہو سکوں گا۔ پہلی نظم  
حاشقانہ ہے اور مجازی رنگ میں ہے۔ کہیں کہیں حقیقت و معرفت کا رنگ بھی  
جھلکتا رہا ہے۔ دوسری نظم کے چھ اشعار قصیدہ نعیدہ کی تفسیر اور تمہید کے  
طور پر ہیں۔ اس کے بعد نعیدہ اشعار ہیں۔ یعنیہ قصیدہ یا تو لکھا ہی مختصر ہو گا یا اس  
کے اور اشعار بھی ہوں گے جو بیاض میں شامل نہیں کئے گئے۔

(۱) ایا نسیم الشمال ذکر لقصۃ الشوق فی حواء

فان قلبی یذوب غما و حال حبیبی کما تراہ

اے باد شمال تو میرا قصہ شوق محبوب کی بارگاہ میں سنا دے میرا قلب غم سے  
پگھل رہا ہے اور میرے جسم کا جو حال ہے وہ تجھے نظر آ ہی رہا ہے۔

(۲) یسیت خفنی بلانسانم و ما و مدی علی السجام

و ما رشوقی علی صراہم و لیس لی منیتہ سواہ

میری عینیں خیریند کے رات گزارتی ہیں میرے آنسو چشم تر پر ہیں میری  
آتش شوق بھڑک رہی ہے اور میری کوئی آرزو محبوب کے علاوہ نہیں ہے۔

(۳) اغوص بالمد مع فی بخار و مہمتی فی خلال ناری

فکیف اشکولی فداہ علی ما قد جنت یداہ

آنسوؤں کی کثرت کے باوجود میری جان آگ کے درمیان ہے میں اس جو  
ہستم کا شکوہ کسی غیر سے کیسے کروں جو اس نے میرے اوپر روا رکھا ہے۔

(۴) اتنی رسولی بلا جو ایسے سلام والا خطاب

فراہمائی کہ بدلی ملت اور ی القرار رہا ہو

میرا قصہ بغیر جواب لئے اور اس کی جانب سے سلام و پیام کا تحفہ لئے بغیر  
واپس آگیا۔ میرا حال خود بھی پر شکست ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ قرار کیا ہوتا ہے

(۵) سداہنی باہی زب بیک تنگی و تنگ ستری

وہیں دہی سوی ہواہ و تہی بھر ان آراہ

اس سے دریافت کرو کہ اس نے میرے کس گناہ کی بادشاہ میں میرا قتل  
بمبار کر دیا اور میرا ازخاش کر دیا۔ میرا گناہ اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ میں اس سے  
محبت کرتا ہوں اور اس کے دیدار کے علاوہ میرا کوئی مسکن نہیں۔

(۶) اقوم شوقاً اذا بدت لی کلاب حتی لا مقام

ولو عدتوی جبری لفیہ لذیذ ذکرہ لثمت فاد

میں کوڑے محبوب کے کتوں کو بھی دیکھتا ہوں تو شرما شوق میں کھڑا ہو جاتا ہوں  
میرا دشمن بھی میرے محبوب کا ذکر نہیں کرے تو میں اس کا سز چوم لوں

(۷) فلی غرامی لا دوام لا تام ولا انقصا م

وونی خواہی خیال و جہ تشویر الکون من سدا

میری شہینگی دوا ہی بے ختم ہونے والی نہیں ہے اور میرے دل میں ایک  
ایسے چہرے کا خیال ہے جس کی روشنی سے عالم کون و مکان جگمگا گیا۔

(۸) اَلِیْمَتِی الصَّبْرُ فِی صَبْرِہِی وَفِی بَکَاہِہِی فِی یَنَابِہِی

وَلَا اسْتِمَاعَ وَلَا اتِّفَاتٍ لَا اعْتِدَارَ وَلَا اَنْتَاءَ

میں کب تک غم میں رہتا ہوں جیختا چلا تار ہوں اور دوسری طرف سے استماع،  
اتفات، اعتذار اور انتباء کا معاملہ بالکل نہ ہو۔

(۱) اَلَا یَا عَسَا ذَلِی دُومَ فِی طَلَامِی فَاَنْیَ لَا اَحُولُ عَنْ الْحُسْرَامِ

اے ملامت کرنے والے تو خوب ڈٹ کر مجھے ملامت کر لے میں عشق و عاشقی  
بے باز آنے والا نہیں ہوں۔

(۲) فَجَحْنَتِی سَا بَیْرًا دُوسْتُ حَیَا وَ قَلْبِی ہَاثِمٌ اَلِدِّ مَعَ هَبَا یَمِّ

جب تک میں زندہ ہوں میری آنکھ انتظارِ دوست میں جاگتی رہے گی میرا  
قلب حیران اور آنسو جاری رہیں گے۔

(۳) فِیَا رَتَحَ الصَّبَا عَطْفًا وَ رَفَقًا اَلِی ذَاکَ اَکْثَرُ اَکْثَرِی بَلْعَ سَلَامِ

اے بادِ صبا ہنایتِ محبت اور نرمی کے ساتھ اس کی بارگاہ میں میرا سلام  
پہنچا دے۔

وَقُلْ یَا اِبِلْ دَرِّی فِی یَمَوَاکُم مَضٰی شَہْرِہِی وَ اَیَامِہِی وَ عَمَامِہِی

۱۔ یہ بھی کہہ دے کہ اے دوستو تمہارے عشق، فراق میں میرے سال ماہ اور

دن گزر رہے ہیں  
(۵) حضرت بعد کم کا لعود، جسمی علی ناپ و دمی فی استجمام  
میں تمہاری جدائی کے غم میں سوکھی لکڑی کے مانند ہو گیا ہوں میرا جسم آتش  
سوزاں پر ہے اور میری آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں۔

(۶) فان عدتم بوسی والیتام فایلا بالعناق وباللزام

اگر تم اپنی ملاقات سے شاد کام کرتے ہو تو تمہارا  
(۷) وان خیرتم علی فلی غیث باب المصطفیٰ خیر الانام  
اور اگر تم بدستور سابق میرے اور جدائی کا ظلم و جور باری رکھنا چاہتے  
ہو تو میں خیر الانام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے باب عسالی پر  
فریاد کروں گا۔

(۸) والیہ توجہی ولا استنادی رفیع مقامی و بہ اعتصامی  
در اصل ان کی ذات عالی میری توجہ کا مرکز ہے اور وہی میرا سہارا ہے اور  
انہیں سے مجھے غرض ہے اور انہیں کا دامن میرے ہاتھ میں ہے۔

(۹) ومن لی بعد ما دہنت عظامی واستتد البلاء و سواک حامی  
اے سرکار رسالتا اب میری ہڈیاں جب کہ کمزور ہو گئیں اور مجھ پر سخت  
بلاؤں کا هجوم ہوا ایسے وقت میں میرا کون حامی ہے سوائے آپ کے۔

(۱۰) فان اکثراً ظالماً عظیمت ذنوبی فجتک سیدی ماحی الاثام  
میں نے مانا کہ میں اپنے نفس پر ظلم کرتے والا ہوں اور میرے گناہ بہت  
بڑھے ہوئے ہیں۔ مگر آپ کی محبت بھی تو گناہوں کو مٹانے  
والی ہے۔

(۱۱) فقد اعطیت عالم یعط خلق عایک صلوۃ یکب بسلام  
حضور! آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ عطا کیا گیا ہے جو اولین  
و آخرین میں سے کسی کو نہیں دیا گیا۔ آپ کے (لاکھوں) درود و اوراد (لاکھوں)  
سلام۔

مکتوب شاہ صاحب بنام مولانا کفایت اللہ مراد آبادی  
مولوی صاحب ٹالی مرتب جمع حسنت مولوی حسنا عالی مرتب جمع حسنت

اے مولانا کفایت اللہ حنفی مراد آبادی، ایک جید محنت گو عالم تھے نسیم غلامہ (شرح منقولہ شمائل  
ترمذی) اور نسیم حسنت (منقولہ در فضیلت درود شریف) نیز ایک دیوان لغت و در چند رسائل ملح رسول  
اور ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اردو زبان کے اندر ان کی تصنیفات میں سے ہیں سلسلہ میں  
وفات ہوئی۔

(نہایت انکسار و جہل و غم بحوالہ ہر جہاں) تاب نظام طور پر یہ مولانا کفایت علی کے نام سے مشہور  
(باقی اگلے صفحہ پر)

و مناقب مہربان فقراء اسلام اللہ تعالیٰ  
 تمکو سلامت رکھے اور تم پر پے پے  
 برکات نازل فرمائے۔ بعد سلام و  
 تحیہ اور بعد دعائے مخلصانہ واضح  
 ہو کہ عنایت نامہ سببت شمارہ بڑی  
 مدت کے بعد پہنچا۔ تاخیر تحریر کے  
 جو اسباب ہم نے اپنے خط میں تحریر  
 و مناقب مہربان فقراء اسلام اللہ تعالیٰ  
 و انفا عن علیکم  
 برکات بعد السلام والتحیہ والادب  
 الصافران کی مکشوف خاطر صفا  
 و غار باد کہ عنایت نامہ سببت  
 شمارہ پس از وقوع فقرات طویل  
 کہ اسباب آہنارا خود در قریہ کریم

د صفحہ گذشتہ کا بقیہ مائشہ میں کافی تعلیم تھا۔ ۱۸۵۴ء مطابق سن ۱۲۷۲ھ میں انگریزوں نے فوجات  
 کے جرم میں ان کو پھانسی دی۔ تفصیلی حالات باوجود پیش کے معلوم نہ ہو سکے۔ یہ مکتوب بھرتے  
 مولانا ڈاکٹر سید عبد العلی حسنی مرحوم کے ذخیرہ منطلوبات میں رکھے ہوئے ایک کاغذ سے نقل کر لیا تھا۔  
 اس مکتوب کو لکھنے اور کتب خانوں میں بھی محفوظ رکھنا فادات شاد عبد العزیز میں دیکھ چکا ہوں یہاں  
 رشیدی کے مندرجات ختم کرنے کے بعد میں نے مناسب سمجھا کہ اس کو بھی یہاں تبرکات عزریہ  
 میں شامل کر دوں۔ ابھی تھوڑا سا غلطیاں ہے کہ مولانا کفایت اللہ اور مولانا کفایت  
 علی کافی مراد آبادی انھیں علیحدہ علیحدہ دو شخصیتیں تو نہیں۔ اگرچہ صاحب بڑھتہ  
 انکھواطر نے جہر جہاں تاب کے حوالے سے جو تحریر فرمایا ہے اس سے دونوں نام ایک ہی شخصیت کے  
 معلوم ہوتے ہیں۔

تحریر فرمودہ اند و ازین طرف  
نیز ہماں استباب بعینہا  
صورت کھنکھ گزفتہ۔ وصول عزت  
مشمول نمود۔ بدریافت نوید  
عافیت، کسب جمعیت کردہ۔  
حق تعالیٰ مدام مشمول عافیت و  
انعام خود دارد بابت نسبتی والد  
الامجاد۔

تحریر احوال مزاج فساد امراض  
و تزیید اعراض و استحکام امراض  
از اینجا کہ موردش طال خاطر  
مبہاں و مشفقان است قلم  
اندا از ساختہ عنان او ہم مستلم  
بصوب مقصود اصلی معطوف  
می نماید۔ مہربان من اوقت  
ر دیت طال شعبان تراکم (ابر)  
سخت و خلیط رو دادہ بود لہذا  
کے ہیں۔ اس طرف بھی باطل ایسے  
ہی اسباب تھے (جو مانع تحریر بنے  
رہے) عافیت کی خوشخبری پاکر  
اطمینان ہوا حق تعالیٰ ہمیشہ ہم کو  
عافیت سے رکھے اور اپنے انعامات  
سے نوازے۔ بطفیل حضرت محمد مصطفیٰ  
صلی اللہ علیہ وسلم و آل و اصحاب  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم اب میں اپنے  
نا ساز مزاج کے احوال اور زیادتی  
و استحکام امراض کے حالات اس  
بنار پر قلم انداز کرتے ہوئے کہ ان کو  
پٹھ کر سوائے اس کے کہ دستوں  
کے قلب کو صدمہ ہوا اور کچھ حاصل  
نہیں۔ اس پر قلم کی لگام کو مقصود  
اصلی کی طرف موڑتا ہوں مہربان  
من! رویت طال شعبان کے وقت  
یہاں دوہلی ہیں، ابر خلیط محیط تھا۔

بست و ہنم رجب اتفاق  
 رویت ہلال شعبان در شام  
 آنروز جلای العموم ممکن نشد۔  
 تا ششم شعبان بحساب آنکو  
 ماہ رجب سلخ دار است تقدیر  
 نمودند۔ من بعد بجنور بادشاہ  
 ثابت شد کہ غرہ شعبان در روز  
 پنجشنبہ بود یعنی ماہ رجب بست  
 نہ روز شد بار سلخ نہ داشت۔  
 چنانچہ رسوم شب برات روز چہار  
 شنبہ در تمام شہر اتفاق افتاد  
 فقیر ہم بنا بر مزید تحقیق، شخصے را  
 نزد والد سبندہ نام کفش دوزک کہ  
 بجنور بادشاہ شہادت است او  
 گزشتہ بود فرستاد۔ ادا قرار  
 کرد کہ من بچشم خود ہلال شعبان را  
 بشام چہار شنبہ دیدہ بودم۔  
 ۲۹ رجب کو شام کے وقت رویت  
 ہلال کا ہونا علی العموم ممکن نہ ہوا۔  
 ہر شعبان تک اس حساب سے کہ  
 ماہ رجب پورے تیس دن کا ہوا ہے  
 تاریخ کا شمار کیا گیا۔ اس کے بعد  
 بادشاہ کے سامنے یہ بات ثابت  
 ہو گئی کہ رجب کا مہینہ ۲۹ دن کا  
 تھا۔ چنانچہ شب برات تمام شہر میں  
 بدھ کے دن کی گئی  
 فقیر نے بھی مزید تحقیق کے لئے ایک  
 شخص کو والد سبندہ کفش دوزک کے پاس  
 بھیجا جس کی شہادت بجنور بادشاہ  
 گزری تھی، اس نے اقرار کیا کہ میں  
 نے بچشم خود ہلال شعبان بدھ کا  
 دن گزار کر شام کو دیکھا تھا۔  
 اسی زمانہ میں ایک شخص سکندر آباد  
 سے وارد ہوا اس نے برادر عزیز



وبقارن ایں حال شخصے دیگر  
 ازدار دسکندر آباد نیز بحضور  
 برادر عزیز مولوی رفیع الدین  
 ہمیں نوع اقرار کرد و نصاب  
 شہادت ہنگال پذیرفت اما  
 ہلال رمضان پس شام جمعہ مکشوف  
 و ظاہر و نمودار گشت و کسایک  
 غرہ شعبان روز پنجشنبہ می گفتند  
 حمل بر تہامی شہر نمودند یعنی سیر روز  
 کامل برآمد و کسایک غسّہ  
 شعبان روز جمعہ قرار دادہ بود  
 موافقا لتقا ویم ماہ شعبان را  
 ناقص الحد اعتبار کردند —  
 غرضکہ ہر دو فریق کا پردہ  
 و خطا رکے متعین نشد —  
 چوں ہمیشہ کار ہمیں ماہ بود و دریا  
 ہلال ارتفاع شبہ مطلقا شد دیگر  
 مولوی رفیع الدین کے سامنے ہی  
 اقرار کیا کہ میں نے بدھ کی شام  
 کو شعبان کا چاند دیکھا ہے، اس طرح  
 نصاب شہادت کامل ہو گیا۔  
 بہر حال ہلال رمضان شام جمعہ کو  
 نمودار ہوا۔ جو لوگ غرہ شعبان  
 بروز پنجشنبہ کہتے تھے انھوں نے  
 شعبان کو تیس دن پر محمول کیا،  
 اور جو لوگ جنتریوں کی موافقت  
 میں غرہ شعبان روز جمعہ کو قرار  
 دیتے تھے انھوں نے ماہ شعبان کو  
 ناقص الحد یعنی ۲۹ دن کا اعتبار  
 کیا۔ غرضکہ ہر دو فریق کا پردہ  
 ڈھکا رہا اور کسی کی خطا متعین  
 نہیں ہوئی۔ چونکہ زیادہ کام  
 اسی ماہ در رمضان سے تھا اور  
 اس کے ہلال میں شبہ مطلقا اٹھ گیا

حاجت تفتیش حال شبان فضول

منقول

اما جواب مسئلہ مرقوم پس بالفصل

فتویٰ بریں روایت است کہ

رویت ہر بلد ہر مردم دیگر بلد لازم

است ہر گاہ خبر رسد قضا نمایند

در قضاوی عالمگیری مینویسند

والاعیوۃ لا اختلاف للمطالع

فی ظاہر الروایۃ کنانی

قضاوی قاضی خاں علیہ

الفتویٰ ..... وہ کہان یفتی

شمس الائمة الحلوائی

قال لورائی اهل مغرب

هلال رمضان یجب

الصوم علی اهل مشرق

کنانی الخلاصۃ

بعض فقہاء حنفیہ ہم موافقا لاشافعیہ

تھا اس لئے مال شبان کی مزید

تحقیقات کرنی فضول سمجھی گئی۔

رہا جواب مسئلہ مرقوم کا پس اسکا

مدار اس روایت پر ہے کہ رویت

ہر شہر کی دوسرے شہر والوں پر

لازم ہوتی ہے ..... قضاوی

عالمگیری میں جو "اختلاف

مطالع کا کوئی اعتبار نہیں جیسا کہ

قضاوی قاضی خاں میں ہے ....

اور اسی پر فتویٰ ہے شمس الائمة

حلوائی بھی یہی فتویٰ دیا کرتے

تھے۔ ان کا قول ہے کہ اگر اہل

مغرب رمضان کا چاند دیکھ لیں

تو اہل مشرق پر روزہ واجب

ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ خلاصہ میں

مرقوم ہے۔ بعض فقہاء حنفیہ نے

شافعیہ کی موافقت میں اختلاف

اختلاف مطالع را اعتبار کرده اند و گفتند کہ اگر اہل دہلی حلال رمضان را بر سینہ و باں حنا روزہ گیرند اہل مراد آباد و راعم پور را کہ ہلال ندیدہ باشد باں حساب روزہ گرفتن لازم نیست بلکہ ایشان را رویت خود کافیست لیکن این فتوہ ملاحظہ فرماید، داشت کہ بلد تعدد الرویت جانب مغرب باشد و بلد متاخر الرویت جانب مشرق باشد.....

..... زیرا کہ ہلال جانب مغرب است پس ای معنی ممکن نیست کہ مغربیاں بینند و شرقیاں مشاہدہ نمایند و ہم آنکہ فاصلہ در میان بلد مغربی و

مطالع کا اعتبار کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر مثلاً اہل دہلی رمضان کا چاند دیکھ لیں اور اس حساب سے روزہ رکھیں تو اہل مراد آباد اور اہل رامپور کو (جو مشرق میں ہیں) جنھوں نے چاند نہیں دیکھا اس حساب سے روزہ رکھنا لازم نہیں بلکہ ان کو اپنی رویت کافی ہے۔ یہ بات ٹھکانا رکھنا چاہیے کہ وہ شہر جس میں رویت پہلے ہوئی ہے جانب مغرب میں ہو اور وہ شہر جس میں رویت بعد کو ہوئی ہے جانب مشرق میں ہو۔ اسلئے کہ ہلال جانب مغرب میں ہوتا ہے لہذا یہ نہیں ہو سکتا کہ مغرب والے نہ دیکھیں اور مشرق والے دیکھ لیں دوسرے یہ کہ فاصلہ بلا مغربی اور

بلدِ مشرقی بقدر تفاوت .....  
 باشد تا تفاوتِ افق بہم رسد  
 ہو ..... کہ تفاوتِ افق  
 و بدونِ این شرط اختلاف  
 ثابت ہو سکے بغیر اس شرط کے  
 بلد ان را اعتبار نیست قری  
 اختلافِ بلاد کا اعتبار نہیں .....  
 و قصبات ہر شہر بالا جماع تابع  
 ..... مولوی رعایت علی خاں کا  
 آں شہر اند ..... صحیفہ شریفہ  
 خط ہمارے پاس آتا ہے فقیر کی  
 مولوی رعایت علی خاں  
 طرف سے بھی ان کو کمالِ اخلاص  
 بنام نامی آں مہربان درو  
 دلی سے بھلائی کمالِ اخلاص  
 دلی سلام و دعا یاد آورو۔  
 والسلام علیکم۔

## اختلافِ مطالع

رویتِ ہمال کے سلسلے میں اختلافِ مطالع کا مسئلہ ایک اہم اور قابلِ غور  
 مسئلہ ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے اس مسئلے پر اپنے مکتوبِ گرامی کے اندر  
 اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ اس مکتوب کا ایک جملہ پڑھا نہیں گیا۔  
 اور ایک دو جملے قصداً حذف کر دیئے تاکہ ناظرین کو اصل مسئلہ سمجھنے میں ہمت

۲۴۸ تا ۲۴۹  
 حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ نے اس مسئلہ پر اپنے فتاویٰ میں  
 کئی جگہ تفصیلی بحث کی ہے۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ عبدالحی جلد اول ۲۴۸ تا ۲۴۹

۲۴۸ تا ۲۴۹  
 مولانا فرنگی محلیؒ کے ایک جواب کا کچھ حصہ فارسی سے اردو میں ترجمہ کر کے  
 یہاں پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں

”اختلاف مطالع کے بارے میں فقہاء حنفیہ چند اقوال پر مختلف ہیں۔  
 بعض کا قول یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے اور ایک شہر کی رویت کا اعتبار دوسرے  
 شہر میں نہیں ہوتا بلکہ ہر شہر کی رویت اسی شہر کے لئے معتبر ہے اور اکثر مشائخ حنفیہ  
 کے نزدیک ظاہر روایت کی رو سے اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں ہے۔ پس  
 ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کے لئے اگرچہ دونوں کے درمیان فاصلہ کثیر ہو کیوں  
 نہ ہو۔ معتبر ہوگی۔ بشرطیکہ ثبوت شرعی بہم پہنچ جائے لیکن محققین حنفیہ کے  
 کے ایک گروہ کا یہ قول ہے کہ وہ ڈو شہر جو حسب قواعد علم ہیئت اختلاف مطالع  
 رکھتے ہیں یعنی ایک ماہ کی رپ بدل ہر ساف رکھتے ہوں ان میں ایک جگہ کی  
 رویت دوسری جگہ کے لئے معتبر نہ ہوگی اس سے کم فاصلے میں معتبر ہوگی۔ مجموعہ  
 فتاویٰ عبدالحی جلد اول ص ۲۴۶

مجموعہ فتاویٰ مفتی محمد سہول بھاکلی پوری (قلمی) میں ایک فتویٰ حکیم اللہ  
 حضرت مولانا تھانویؒ کا اختلاف مطالع کے سلسلے میں درج ہے اس میں اکثر

مشائخ حنفیہ کے اس قول کو جو ظاہر روایت کے پیش نظر ہے بدل طریقے سے قوت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ مولانا ناصر حسن دیوبندی اور مفتی محمد سہول صاحب بھگلپوری کی اس فتویٰ پر تائید و تصویب ہے۔

مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندی شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ نے اپنے رسالے ”ریت ہلال رمضان وعید“ میں دو رجحانات کے شبہات و اعتراضات کو پیش نظر رکھتے ہوئے عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ صحت سے صحت تک اس مسئلے پر سیر حاصل بحث کی ہے اور آخر میں حضرت مولانا فرنگی علیؒ کے اس فتویٰ کا حوالہ دیتے ہوئے (جو اوپر نقل کیا گیا ہے)۔ اور علامہ زبلی شارجہ کنز کا قول نقل کرتے ہوئے جس میں ممالک بعیدہ اور فاصلہ کثیرہ کا لحاظ رکھا گیا ہے حضرت مولانا سید محمد انور شاہ محدث کشمیریؒ کا یہ قول درج کیا ہے۔ ”واقعہ یہ ہے کہ علامہ زبلیؒ کا قول ہی تسلیم کرنا ضروری ہے اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔“

## مکتوب گرامی بنام سید امیر حیدر حسینی بگرامیؒ

(در بارہ امتیاز و اختصاص حجۃ اللہ البالغہ)

کتاب الحجۃ اللہ البالغۃ النبی صلی	حجۃ اللہ البالغہ بقیۃ المحدثین شاہ
عبدۃ تصانیف بقیۃ المحدثین	ولی اللہ دہلوی کی علم اسرار حدیث میں ایک
الشاہ ولی اللہ الدہلوی فی علم	بہترین تصنیف ہے اس علم کا مذکور ہے

اسرار الحديث ولم يتكلم في  
 هذا العلم احد قبله على هذا  
 الوجه من تأصيل الاصول و  
 تفريع الفروع و تمهيد  
 المقدمات والمبادئ استتاج  
 المقاصد منها الى المجلس و  
 التادى و انما يستتم فحوات  
 قليلة من هذا العلم في  
 كتاب الاحياء للغزالي و كتاب  
 القواعد الكبرى للشيخ عز  
 الدين عبد السلام المقدسي  
 و ربما يوجد بعض فوائدها  
 العلم في مواضع من الفتوحات  
 المكية للشيخ الاكبر والكبرى  
 الاحمر للشيخ ابن عربي وكذا  
 في مولفات تليذك الشيخ  
 الكبير صدر الدين القنوي

پہلے کسی نے اس انداز سے کلام نہیں  
 کیا۔ اس کتاب میں تاویل اصول،  
 تفريع فروع، تہید مقدمات و مبادئ  
 اور پھر مقاصد کا استتاج و استخراج  
 سب کچھ پایا جاتا ہے۔ اس علم کی کچھ خوش  
 نام غزالی کی ایسا العلوم میں اور شیخ  
 عزالدین بن عبد السلام مقدسی کی کئی  
 قواعد کبریٰ میں پائی جاتی ہے۔ عیلم  
 اسرار حدیث کے کچھ فوائد شیخ اکبر  
 کی فتوحات مکیہ اور کبریٰ احمر میں نیز  
 شیخ اکبر کے شاگرد شیخ کبیر —  
 صدر الدین قنوی قدس اللہ سرہما  
 کی تالیفات میں چند مواضع میں پائے  
 جاتے ہیں جن کو شیخ عبد الوہاب  
 شعرائی نے کتاب البیزان میں جمع کر  
 دیا ہے

قداس اللہ سرہما وقد  
جمعہا الشیخ عبد الوہاب  
الشعرانی فی کتاب المیزان۔

۴۔ یہ مکتوب گرامی کتاب حجتہ اشاہ الی القلی رکتب خانہ دارالعلوم دیوبند نمبر ۴۰ کے اول  
درق پر درج ہے میں سے نقل کیا گیا ہے۔ مکتوب کے آخر میں یہ عبارت ہے جو مکتوب الیہ کے قلم کی  
لکھی ہوئی ہے۔ انما مکتبہ مولانا شاہ عبد العزیز ابن اشاہ ولی اللہ للعبد الاحقر امیر حیدر علی بگرامی  
فی صحیفہ محررہ فی اکادمی والعشرین من ذی القعدہ ۱۲۱۳ھ۔ یعنی یہ مکتوب حضرت شاہ  
عبد العزیز مجاہد اعظم امیر حیدر علی بگرامی کے نام ہے جو ۲۱ ذی قعدہ ۱۲۱۳ھ کو تحریر فرمایا گیا ہے  
نزد الخواطر جلد ہفتم میں مکتوب الیہ کا تذکرہ درج ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ یعنی امیر حیدر بن  
نور الحسن بن غلام علی حسینی الہاسلی بگرامی۔ مشہور علماء میں سے ہیں ۱۱۶۵ھ میں پیدا ہوئے  
بعض کتب درسیا نے وطن میں سید محمد بن عبد اللہ بگرامی سے پھر اپنے دادا غلام علی آزاد  
بگرامی کے پاس اوزنگ آباد پہنچ کر اور ان کے زیر تربیت رہ کر تمام کتب درسیہ شیخ  
نور الہدیٰ بن قمر الدین حسینی اوزنگ آبادی سے پڑھیں فہن طب کی تحصیل حکیم عبدالسلام رانا پوری  
سے کی بعد کلکتہ چلے گئے وہاں منصب قیام پر سولہ برس تک فائز رہے پھر اپنے وطن بگرام کا  
اشتیاق ہوا تو اشاہ سے سفر میں مرشد آباد پہنچ کر انتقال فرمایا سن انتقال ۱۲۱۵ھ جو آپ کی  
چند تصنیفات بھی ہیں۔



## کتاب سے متعلق چند ضروری باتیں

(۱) کتاب کے ابتدائی تصورات میں سر الشہادین کے متعلق غلطی سے تصنیف شاہ صاحبؒ ہونے میں شبہ ظاہر کیا گیا ہے، بعد میں یہ تحقیق ہوئی کہ یہ کتاب حضرت شاہ صاحبؒ ہی کی ہے۔ براہِ ثبوت یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے شاگرد رشید مولانا سلامت اللہ کشفی بدایونی ثم کانپوری نے اپنے اُستاد کی تصنیف کی حیثیت سے اس کی شرح تحریر الشہادین لکھی ہے جو شائع ہو چکی ہے۔

(۲) تصانیف شاہ صاحبؒ کے ضمن میں اُسولہ واجوبہ مرتبہ حاجی رفیع الدین مراد آبادی کا ذکر آیا ہے۔ اس حیثیت سے کہ یہ شاہ صاحبؒ کے جوابات ہیں اس کو ان کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے۔ یہ کتاب کئی کتب خانوں میں موجود ہے۔ اور اس میں دیگر فتاویٰ، مکتوبات وغیرہ بھی شامل کر لئے گئے ہیں۔ اب چاہے اس کو اُسولہ واجوبہ کہہ لیجئے یا افادات عزیز یہ۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ فتاویٰ عبد العزیز کو اسی قسم کے مجموعوں سے مرثب کیا گیا ہے۔ ایک صاحب نے معارف میں ایک مضمون کے ضمن میں یہ انکشاف کیا ہے کہ میں نے اس کتاب کا نام اُسولہ واجوبہ بتانے میں غلطی کی ہے! اسکا اصل نام افادات عزیز ہے۔ اس کے جواب میں اتنا کھدینا کافی ہے کہ انوار العارفین مؤلفہ صوفی محمد حسین مراد آبادی میں ذکر حاجی رفیع الدین گوتے ہوئے اس کتاب کا نام اُسولہ واجوبہ ہی لکھا ہے۔ بعد میں خود حاجی صاحب نے یا ان کے بعد والوں نے اس میں اضافے کئے، تو

اس کا نام افاداتِ عزیز پر لگایا ہوگا۔ غرض کہ افاداتِ عزیز کا نام کی نہ جاہی  
رفیع الدین مراد آبادی کی کوئی کتاب ہے اور نہ حضرت شاہ صاحب کی کوئی مستقل  
تصنیف ہے۔

(۳) بیاض رشیدی میں ایک مکتوب حضرت شاہ اہل اللہ کا وہ ہے جس کو  
آثار الصنادید میں غلطی سے حضرت شاہ عبدالعزیز کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔  
سر سید احمد خاں مرحوم نے اس مکتوب کے درج کرنے سے پہلے لکھا ہے۔  
اگرچہ وہ شرعی حین کو آپ نے (شاہ عبدالعزیز نے) دل لگا کر لکھا ہوگا  
کو دستیاب نہیں ہوئی مگر دو چار رقم جو آپ نے قلم برداشت نہایت سرسری  
طور پر لکھ دیئے تھے ہاتھ لگے ان میں سے ایک یہ قوتیمنا لکھ دیتا ہوں۔  
د آثار الصنادید صفحہ ۵۲۱ و ۵۲۲ جدید ایڈیشن با مہتمم سنٹرل بک ڈپو اردو بازار دہلی،  
اس کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیز کا سمجھ کر وہ مکتوب یا رقم درج ہی جو بیاض  
رشیدی کی رو سے حضرت شاہ اہل اللہ کا ہے۔

(۴) بیاض رشیدی کے مندرجات میں کئی تحریروں و وہ ہیں جو فتاویٰ عبدالعزیز  
مطبوعہ میں بھی ہیں مطبوعہ فتاویٰ میں سائلین کے نام درج نہیں ہیں مرتب نے  
شاید قصداً ایسا کیا ہے بہتر یہ تھا کہ سوال کے ساتھ ساتھ یہی کلام بھی درج  
کیا جاتا۔

حضرت شاہ صاحب سے سوال کرنے والے بعض بہت ہی اہم شخصیت رکھتے

ہیں۔ میں یہاں چند ناموں کی نشان دہی کرتا ہوں۔  
 (الف) فتاویٰ جلد دوم ص ۳۸، ۳۹ پر ایک تحقیق کیا لعلون ٹیوٹ کی قرا ہے  
 متعلق درج ہے جو ایک اہم اور معرکہ الارا تحقیق ہے مگر مطبوعہ فتاویٰ سے یہ نہیں  
 معلوم ہوتا کہ یہ سوال کس نے کیا تھا۔ بیاض رشیدی سے معلوم ہوا کہ قاضی محمد علی  
 تھانوی مؤلف کثافت اصطلاحات الفنون نے یہ سوال کیا تھا۔  
 (ب) فتاویٰ جلد دوم ص ۱۲۲ پر وضع میزان در محشر سے متعلق ایک تحقیق ہے۔  
 بیاض رشیدی سے معلوم ہوا کہ حاجی رفیع الدین مراد آبادی کے سوال کے جواب میں  
 یہ تحقیق ہے۔

(ج) فتاویٰ جلد دوم ص ۱۲۲ پر حکم آراہنی مدد معاش تحریر ہے۔ بیاض رشیدی  
 کی رو سے اس سوال کو قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھ کر بھیجا تھا اس کے جواب میں  
 ارقام فرمایا گیا ہے۔

(د) فتاویٰ جلد دوم ص ۱۱۸ پر بدت خلافت سے متعلق ایک تحقیق ہے۔ بیاض  
 رشیدی سے معلوم ہوا کہ یہ تحقیق بھی قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے جواب میں تحریر فرمائی  
 گئی ہے۔



# کیا آپ کو کسی دینی کتاب کی ضرورت ہے؟

— جو اسے جہاں اپنی منہمکات کے علاوہ ہندوستان کے اکثر بڑے  
 اداروں کی دینی اعلیٰ کتابیں بھی مسدود ہو رہی ہیں۔ کسی بھی  
 کتاب کی ضرورت ہو تو ہمیں لکھیں۔

ہماری منہمکات اور ہندوستانی اداروں کی منہمکات سے واقفیت کے لیے  
 ۲/۰ کا ٹکٹ بھیج کر ہندی فرسٹ کتب طلب فرمائیں۔  
 تاہم منہمکات کے لیے مستقل شریعت کی پیش ہے

۱۹۸۱ء

انٹرنیشنل بک ڈسٹریبیوٹرز  
 نظیر آباد لکھنؤ

Only Cover printed at : CLASSIC PRINTERS  
 Near Kaiserbagh Kotwali, Khayaliganj, Lko.